پیغام حرم

وان تطیعوہ تھتدوا (القرآن)

اگر تم رسولؐ کے فرمان پر چلو گے تو سیدھی راہ پا لو گے

ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماء و مذہبی پیشوا کو اپنے معبود بنا لیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو شخص کسی معین امام کی تقلید کو واجب قرار دے اس سے توبہ کرائی جائے گی اگر توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا کیونکہ اس طرح تقلید کو واجب ٹھہرانا اللہ تعالیٰ کے حق تشریع میں شرک ہے اس لئے تشریع (احکام مقرر کرنا) ربوبیت کے خصائص میں سے ہے۔

(الانصاف ''کتاب القضاء'')

ھدیۃ السلطان الیٰ مسلمی یابان تالیف: الشیخ محمد سلطان معصومی الخجندی

تقدیم و تعلیق

حافظ عبدالحمید ازہر ایم اے فاضل مدینہ یونیورسٹی

ترجمہ: محمد رفیق اختر کاشمیری

شائع کردہ
جمعیت اتحاد بین المسلمین
راولپنڈی

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقدّمہ

الشیخ ابوعبدالکریم وابوعبدالرحمٰن محمد بن سلطان بن محمداورون المعصومی ماوراءالنھر کے شہرفرغانہ کےقریب ایک بستی خجندہ میں ۱۲۹۷ھ میں پیدا ہوئے۔ان کا قبیلہ علم وفضل میں بلند مقام اورشہرت کا حامل تھا۔

ابتدائی تعلیم اپنے والدگرامی سے حاصل کی اس کے بعد اپنے علاقہ کے معروف علماء الشیخ محمد بن عوض الخجندی اور شیخ عبدالرزاق المرغینانی البخاری کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا۔اورعلوم عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل کی۔

تحصیل علم سے فراغت پانے کے بعد مطالعہ ونظر میں وسعت پیدا ہوئی۔مقلدین کےتعصب اور دلائل کے سامنے سینہ زوری پر برسرعام تنقید شروع کی تو حنفی مقلدین نے سرزمین وطن میں رہنا دوبھر کردیا۔بالآخر ۱۳۲۳ھ میں حجاز مقدس کے لیے رخصت سفر باندھا۔مختلف ملکوں اورشہروں سے ہوتے ہوئے استنبول پہنچے جو اس وقت آل عثمان کا دارالخلافہ تھا۔سلطان عبدالحمید سے ملاقات بھی کی۔ترکی میں اہل سلام کی دینی زبوں حالی پرآرزدہ خاطر ہوئے۔

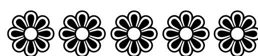
اسکندریہ،سویز سے ہوتے ہوئے ۱۳۲۳ھ میں مکہ مکرمہ پہنچے فریضہ حج ادا کیا کبارعلماء سے سندحدیث حاصل کی۔ان کے مشائخ میں سے کئی متصوفانہ طریقوں پر کاربند تھے۔انہوں نے بھی شیخ محمد بن معصوم بن عبدالرشیدالمجد دی النقشبندی کی بیعت کی لیکن دل مضطرب گوہرمقصود کے لیے بےقرارہی رہا۔

اللہ کا نام لے کرانہوں نے کتب تفسیر وحدیث کا براہ راست مطالعہ کرنا شروع کیا۔مکہ مکرمہ میں تین برس مقیم رہنے کے بعد مسجدنبوی کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ کا عزم کیا۔یہاں بھی کئی علماء سے سندحدیث لی۔

وطن مالوف مراجعت کے لیے مصر پہنچے۔اس وقت کے کبارعلماء سے صحبت رہی۔یہیں پر شیخ الاسلام بن تیمیہ رحمہ اللہ اوران کے تلمیذ حافظ ابن القیم کی تالیفات سے متعارف ہوئے۔مصر سے انہوں نے شیخ الاسلام اورحافظ ابن القیم کی جملہ مطبوعہ تالیفات کےعلاوہ ایک ہزارکتاب خریدی اورترکی ویونان سے ہوتے ہوئے وطن پہنچے۔اپنے والد کے قائم کردہ مدرسہ میں تدریس میں مشغول ہوگئے۔دوران مطالعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتابوں سے شغف بڑھتا چلا گیا اور گویا انہیں گوہرمقصود ہاتھ آگیا تھا۔اہل تقلید کی روش سے بیزاراورسلف صالح کے طریقہ کے مطابق توحیداورسنت کے پرجوش مبلغ بن گئے۔ان کی یہ دعوت وتبلیغ سے اس علاقے میں اچھے اثرات مرتب ہوئے۔

اسی دوران انقلاب روس کے نام پرسرخ عفریت نے اپنے پنجے گاڑنے شروع کئے۔محمد سلطان معصومی کو ہزاروں دوسرے علماء کے ہمراہ گرفتارکرلیا گیا۔رہا ہوکر خجندہ سےنقل مکانی کرکے مرغنیان میں سکونت اختیار کرلی۔لیکن سکون نہیں پایا۔کمیونسٹوں اورملحدوں سے مناظرے کئے۔تاشقند میں برسرعام مناظرہ کیا۔ملحدوں اور کمیونسٹوں نے ان کے گھر پرحملہ کرکے لوٹ لیا اورانہیں گرفتارکرکے سزائے موت سنادی۔۱۹۲۸ء میں کسی طریقہ سے قید سے فرار ہوکرچین پہنچنے میں کامیاب ہوگئے ۱۳۵۳ میں حجاز مقدس پہنچے اورمکہ مکرمہ ہی کو وطن بنالیا۔دارالحدیث میں استاد مقرر ہوئے۔بیت اللہ میں ترکی زبان میں درس دیتے تھے۔کئی مفید کتابیں تالیف کیں۔مکہ مکرمہ ہی میں ۱۳۸۰ھ میں وفات پائی۔اورمعلاء میں آسودہ خاک ہوئے

رحمة الله رحمة واسعة



بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی هدانا الاسلام والایمان و وفقنا لمعرفة معانی کتابه القرآن وفهمنا احادیث رسوله سید الانس والجان علیه الصلوات التسلیمات مادام الملوان ویسرنا السلوك الی ما سلك فیه اصحابه الکرام والتابعون لهم باحسان علی الکمال والتمام

حمد وثناء اور صلوٰۃ وسلام کے بعد! رب قدیر کی نوازشات کا محتاج بندۂ فقیر ابوعبدالکریم وابوعبدالرحمٰن محمد بن سلطان بن ابوعبداللہ محمد اورون، المعصومی الخجندی، المکی (اللہ تعالیٰ اپنے اس بندہ خاکسار کو اپنی کتاب پر عمل پیرا ہونے اور اپنے رسول کی سنت کا دامن مضبوطی سے تھامنے کی توفیق ارزاں فرمائے اور خاتمہ ایمان پر نصیب کرے) عرض کرنا چاہتا ہے کہ مشرق بعید میں ٹوکیو اور اوساکا (جاپان) کے مسلمانوں کی طرف سے مجھے ایک سوالنامہ موصول ہوا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

اسلام کی حقیقت کیا ہے؟

کسی شخص کے مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد کیا یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مروجہ چار مذہبوں میں سے کسی ایک کا حلقہ بگوش ہو؟

کیا مالکی، حنفی، شافعی، حنبلی ہونا لازمی ہے؟ یا نہیں؟

اس سوالنامے کا پس منظر یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف نے مہیب تنازعہ کی صورت اختیار کر لی تھی۔۔ روشن ضمیر جاپانیوں کی خاصی بڑی تعداد نے جب ایمان کا شرف حاصل کر کے دین اسلام میں داخل ہونا چاہا اور ٹوکیو میں جمعیۃ المسلمین کے سامنے اس خواہش کا اظہار کیا تو ہندوستانی مسلمانوں کے ایک گروہ نے انہیں امام ابوحنیفہ کا مذہب اختیار کرنے کی ترغیب دی اور دلیل یہ دی کہ امام مذکور ''سراج الامت'' ہیں (۱)

اس کے برعکس جاوا (انڈونیشیا) کی ایک جماعت کا اصرار تھا کہ نہیں شافعی ہونا لازمی ہے۔

جاپانیوں نے یہ باتیں سنیں تو سخت متعجب ہوئے۔ حیرانی کے گرداب میں پھنس کر دولت ایمان سے محروم رہ گئے۔ مذاہب کا مسئلہ ان کے اسلام لانے میں سدِ راہ بن گیا۔

تو اے استاذ محترم! ہم سمجھتے ہیں کہ آپ علم کا سمندر ہیں اور ہمیں امید ہے اس مہلک مرض کی شفا بھی اسی چشمہ آب حیات میں ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آپ از راہ کرم مسئلہ کی حقیقت کو واضح کر کے ہمارے اطمینان قلب اور شرح صدر کا سامان فرمائیں گے اور درماندگان کو منزل کی راہ دکھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

ہم سب روسی مہاجرین کی نیک تمنائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

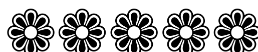
والسلام علیکم وعلی کافة من اتبع الهدیٰ

محمد عبدالحی قربان علی

محرم۔ ۱۳۵۷ھ ٹوکیو۔ جاپان

---

(۱) یہ لقب ایک موضوع روایت پر مبنی ہے۔ اس کے پورے الفاظ یہ ہیں۔ یکون فی امتی رجل یقال له محمد بن ادریس اضر علی امتی من ابلیس ویکون فی امتی رجل یقال له ابوحنیفه هو سراج امتی ۔ میری امت میں محمد بن ادریس (شافعی) نامی شخص ہوگا جو میری امت کیلئے ابلیس سے بڑھ کر نقصان دہ ہوگا اور میری امت میں ابوحنیفہ نامی ایک شخص ہوگا وہ میری امت کا چراغ ہے۔ روایت کے الفاظ اس کے من گھڑت ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ بُرا ہو تعصب کا جس کا شکار ہو کر لوگ اس قسم کی احادیث وضع کرتے رہے اور دیدہ دانستہ جہنم کے خریدار بنتے رہے۔



ایمان واسلام کی حقیقت

اللہ تعالیٰ کی عنایت وتوفیق سے جواباً عرض ہے۔

ولاحول ولا قوة الا باللہ لاعلی العظیم . وما توفیقی الا باللہ وھو الموفق للصواب .

کتاب وسنت سے بے بہرہ عوام تو ایک طرف، کئی علماء بھی اس خام خیالی میں مبتلا ہیں کہ مسلمان کے لئے ائمہ اربعہ یعنی..

ابوحنیفہؒ، مالکؒ، شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کی جانب منسوب مذاہب میں سے کسی ایک کا پیروکار ہونا ضروری ہے۔ یہ محض غلط ہی نہیں بلکہ ایسا سمجھنے والے کی جہالت اور اسلام سے ناواقفیت کی دلیل بھی ہے۔ اس لئے کہ صحیحین کی حدیث جبرائیل علیہ السلام میں صاف طور پر وارد ہے۔

ان جبرائیل علیہ السلام سال رسول اللہ ﷺ عن الاسلام ـ قال رسول اللہ ﷺ فی جوابہ : ان تشھد ان لاالہ الااللہ وان محمد ا رسول اللہ وتقیم الصلوة وتوتی الزکوة وتصوم رمضان وتحج البیت ان استطعت الیہ سبیلا ـ قال ما الایمان ؟ فقال رسول اللہ ﷺ: ان تؤمن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر وتؤمن بالقدر خیرہ وشرہ قال السائل : ما الاحسان ؟ فقال رسول اللہ ﷺ : الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک ـ

’’حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور اگر استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرنا‘‘

اس نے سوال کیا ایمان کیا ہے؟

فرمایا: اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے پیغمبروں پر اعتقاد رکھنا تقدیر کے خیر وشر پر ایمان رکھنا۔

سائل نے پوچھا احسان کسے کہتے ہیں؟

فرمایا: احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت ایسے کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اس لئے اگر چہ تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔‘‘

اسی طرح صحیحین ہی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث بایں الفاظ مروی ہے۔

ان النبی ﷺ قال بنی الاسلام علی خمسٍ شھادة ان لاالہ الااللہ وان محمد ا رسول اللہ واقام الصلوة وایتاء الزکوٰة وصوم رمضان وحج البیت من استطاع الیہ سبیلا ـ

’’نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے کلمہ شہادت کا اقرار، نماز کی پابندی، زکوۃ کی ادائیگی، رمضان کے روزے اور بیت اللہ کا حج جسے اللہ تعالیٰ نے وہاں جانے کی استطاعت دی ہو۔‘‘

امام مسلمؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ : دلنی عمل اذا عملتہ دخلت الجنة ، فقال النبی ﷺ : تشھد ان لا الہ الااللہ وان محمد ا رسول اللہ وتقیم الصلوٰة وتوتی الزکوٰة وتصوم رمضان ، فقال السائل : والذی نفسی بیدہ لا أزید علی ھذ ا ولا أ نقص منہ شیئا ، قال رسول اللہ ﷺ : افلح الاعرابی ان صدق ـ

’’ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جسے کر کے میں جنت میں پہنچ جاؤں۔ فرمایا کلمہ شہادت کا اقرار کرو۔ نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو۔ یہ سن کر وہ شخص کہنے لگا اس ہستی کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اس میں زیادتی کروں گا نہ کمی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا : اگر یہ اعرابی سچ کہہ رہا ہے تو سمجھو کامیاب ہوا۔‘‘

حدیث کے شارحین کہتے ہیں کہ اس حدیث میں حج کا ذکر اس لئے نہیں ہوا کہ اس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا۔

صحیح بخاری اور حدیث کی دیگر کتب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اونٹ پر سوار ایک شخص مسجد میں داخل ہوا۔ سواری سے اتر کر اونٹ کو مسجد ہی میں باندھ دیا اور پوچھنے لگا : تم میں سے محمد کون ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہیں صحابہ کے درمیان تکیہ لگا کر تشریف فرما تھے۔ اسے بتایا گیا یہ ہی گورے چٹے تکیہ لگائے ہوئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ وہ بولا اے ابن عبدالمطلب! آپ نے فرمایا کہو کیا کہتے ہو۔ کہنے لگا۔ میں آپ سے کچھ باتیں پوچھنا چاہتا ہوں میرا طرز سوال درشت ہوگا آپ محسوس نہ فرمائیں، فرمایا جو چاہے پوچھو۔ کہنے لگا۔ میں آپ سے آپ کے رب اور آپ کے آباء واجداد کے رب کا واسطہ دے کر پوچھنا چاہتا ہوں کیا اللہ تعالیٰ ہی نے آپ کو تمام انسانوں کا ہادی بنا کر مبعوث فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا ''ہاں'' ''اللہ شاہد ہے'' پھر اس نے کہا میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو دن رات میں پانچ نمازیں ادا کرنے کا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا ''ہاں'' ! اللہ شاہد ہے۔'' پھر اس نے کہا میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس خاص مہینہ (رمضان) کے روزے رکھنے کا حکم دیا ہے؟ فرمایا: ہاں! اللہ شاہد ہے پھر اس نے عرض کیا اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ کو یہ حکم اللہ نے دیا ہے کہ آپ ہمارے مال داروں سے زکوٰۃ وصول کر کے ہمارے غریبوں کے درمیان تقسیم کر دیں۔ آپ نے فرمایا ہاں! اللہ شاہد ہے۔

اس کے بعد اجنبی نے کہا میں آپ کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان لاتا ہوں میں اپنی قوم کا نمائندہ ہوں میرا تعلق قبیلہ بنوسعد بن بکر سے ہے اور میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے۔ (صحیح الامام البخاری باب القرأۃ والعرض علی المحدث)

الغرض یہ ہے وہ دین اسلام جسے اختیار کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دیا ہے اور جس کی تشریح وتوضیح کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تھا۔

اس کے برعکس مذاہب اہل علم کی ذاتی آراء بعض مسائل میں ان کے نقطہ نظر اور ان کے اجتہادات پر مشتمل ہیں۔ ان اجتہادات، آراء نقطہ ہائے نظر کی من وعن پیروی کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور نہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر واجب کیا اس لئے کہ ان میں درستی وغلطی کا احتمال دوش بدوش چلتا ہے خالص درستی تو صرف ان احکام کا خلاصہ ہے جو حضور الصادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوں کتنے ہی ایسے مسائل ہیں جن میں ائمہ نے ایک رائے قائم کی پھر ان پر حق کھلا کہ حق کچھ اور ہے تو انہوں نے فوراً پہلی رائے سے رجوع کر لیا۔

> مثلاً جامع ترمذی میں ابومقاتل سمرقندی کا بیان ہے کہ ''میں امام ابوحنیفہؒ کے ہاں حاضر ہوا جب کہ وہ مرض الموت میں تھے۔ امام نے پانی منگوایا وضوء کیا امام نے جرابیں پہن رکھی تھیں انہیں پر مسح کیا پھر کہنے لگے آج میں نے وہ کام کیا ہے جو پہلے نہیں کرتا تھا۔ آج میں نے جرابوں پر مسح کر لیا ہے حالانکہ انہیں چمڑے کے تلوے نہیں لگے ہوئے ہیں (جامع الترمذی فی المسح الجوربین والنعلین) ائمہ کے ایسے مسائل ذکر کرنے کے لئے دفتروں کے دفتر درکار ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ اپنے شاگرد عزیز ابویوسف سے کہا کرتے تھے: ویحك یا ابایعقوب لاتکتب كل ما تسمع منی فانی قد رأی الیوم وأترکه غدا واری الرای وأترکه بعد غدا۔ ''اے ابویعقوب مجھ سے سنی ہوئی ہر بات نہ لکھا کرو ممکن ہے کہ جو رائے آج رکھتا ہوں کل اس سے رجوع کرلوں۔ کل کی رائے سے پرسوں رجوع کرلوں۔

اس بنا پر اگر کوئی شخص دین اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہے اور ایمان کی سعادت حاصل کرنے کا متمنی ہے تو صرف اس کے لئے صرف کلمہ شہادت، نماز پنجگانہ کا قیام (صاحب نصاب ہو تو) زکوٰۃ کی ادائیگی، رمضان کے روزے اور استطاعت ہو تو زندگی بھر میں ایک بار بیت اللہ کا حج کرنا ہی لازمی اور ضروری ہے۔ مذاہب اربعہ یا دیگر فقہی مذاہب کی اتباع یا التزام واجب تو کجا مستحب بھی نہیں ہے اور کسی بھی مسلمان کے لئے کسی خاص مکتب فکر کی پابندی ہرگز ضروری نہیں ہے بلکہ ایسا کرنے والا شخص شریعت کی نگاہ میں متعصب، خطا کار اور اندھا مقلد تصور ہوگا اور اس کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جو دین میں افتراق کا بیج بو کر گروہوں میں بٹ گئے جب کہ اللہ تعالیٰ نے دین میں گروہ بندی سے منع فرمایا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِ یۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَھُمۡ وَ کَانُوۡا شِیَعًا لَّسۡتَ مِنۡھُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ ۔ (الانعام:۱۶۰)

’’ان لوگوں سے آپ کا کوئی تعلق نہیں جنھوں نے اپنے دین میں الگ الگ راستے نکالے اور کئی کئی فرقے بن گئے ۔‘‘

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

وَلَا تَکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ مِنَ الَّذِ یۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَھُمۡ وَ کَانُوۡا شِیَعًا کُلُّ حِزۡبٍ بِمَا لَدَیۡھِمۡ فَرِحُوۡنَ ۔

’’اور مشرکوں میں سے نہ ہونا یعنی وہ لوگ جنھوں نے اپنے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور فرقے فرقے بن گئے سب فرقے اس بات پر خوش ہیں جو ان کے پاس ہیں ۔‘‘ (الروم:۳۲/۳۱)

آیت بالا کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ دین اسلام میں مختلف مذاہب و مسالک کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور نہ کسی ایک مسلک کی اتباع واجب ہے ہاں صرف ایک طریقہ واجب الاتباع ہے اور وہ ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسوۂ حسنہ اور جادہ عمل جس کے متعلق قرآن حکیم کا ارشاد ہے۔

قُلۡ ھٰذِہٖ سَبِیۡلِیۡ اَدۡعُوۡا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیۡرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیۡ وَ سُبۡحٰنَ اللّٰہِ وَمَا اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ۔

’’کہہ دو میرا راستہ تو یہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں (از روئے یقین و برہان) سمجھ بوجھ کر میں لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور میرے پیرو بھی اور اللہ پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں ۔‘‘ (یوسف)

علاوہ ازیں ان مذاہب میں بے دلیل جھگڑوں نے مستقل تنازعات کی صورت اختیار کر لی جب کہ ا للہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

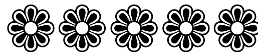
وَلَا تَنَازَعُوۡا فَتَفۡشَلُوۡا وَتَذۡھَبَ رِیۡحُکُمۡ وَاصۡبِرُوۡا اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ ۔ (الانفال:۴۶)

’’آپس میں جھگڑا نہ کرو ایسا کرو گے تو بزدل ہو جاؤ گے اور تمہارا اقبال جاتا رہے گا اور صبر سے کام لو کے ا للہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ۔‘‘

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے باہمی اتحاد اور قرآنی تعلیمات کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا:

وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا ۔ (آل عمران :۱۰۳)

’’سب مل کر اللہ کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رکھنا اور فرقے فرقے نہ بن جانا ۔‘‘



کتاب اللہ اور سُنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہونا

حقیقی اسلام وہی ہے جو سطور بالا میں بیان ہوا اس کی بنیاد کتاب وسُنّت ہے مسلمانوں کے مابین کسی مسئلہ پر نزاع پیدا ہو جانے کی صورت میں انہی دونوں کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے جو شخص تنازعہ کا حل ان دونوں (کتاب وسُنّت) کو چھوڑ کر کسی اور چیز میں تلاش کرے تو از روئے قرآن مومن نہیں رہتا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۔(النساء:٦٥)

’’تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کردو اس سے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اسے خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔‘‘ (۱)

کسی بھی امام نے یہ نہیں کہا کہ میرا موقف اختیار کرو میرے مسلک کی اتباع کرو بلکہ سب ائمہ یہی فرماتے رہے: خُذُوا مِنْ حَيْثُ أَخَذْنَا وہاں سے لو جو ہمارے ماخذ ہیں یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ مذاہب کے فقہی ذخیرے صرف ایک امام کے فتاویٰ پر ہی مشتمل نہیں بلکہ بعد کے زمانوں میں بہت سے اقوال کا اضافہ کیا گیا ہے جن میں کثیر تعداد ایسے غلط اور فرضی مسائل کی ہے کہ اگر ائمہ مذاہب ان پر مطلع ہوتے تو ان سے ان کے قائلین سے لاتعلقی اور بیزاری کا اظہار فرماتے۔(۲) وہ تمام علماء سلف جو اپنے اپنے دور میں علم ودین کا مرکز وسرچشمہ سمجھے جاتے تھے کتاب وسُنّت کے ظواہر ہی کو دلیل مانتے تھے اور لوگوں کو بھی انہیں دونوں کو مضبوطی سے تھامنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیتے تھے۔یہ بات امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، سفیان ثوری، سفیان بن عینیہ، حسن بصری، قاضی ابویوسف، امام محمد بن حسن الشیبانی، امام اوزاعی، امام عبداللہ بن مبارک اور امام بخاری ومسلم رحمہم اللہ جیسے جلیل القدر علماء سے ثابت ہے۔یہ سب حضرات، لوگوں کو دین میں بدعات کی ایجاد اور غیر معصوم کی تقلید سے باز رہنے کی تلقین کرتے تھے اور معلوم ہے کہ معصوم صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ کی ذات گرامی کے سوا کوئی بھی فرد خواہ کتنا ہی برگزیدہ کیوں نہ ہو معصوم نہیں ہے۔لہٰذا کسی بھی عالم وامام کی صرف وہی بات قبول ہوگی جو کتاب وسنت کے موافق ہو اور جو بات ان میں سے کسی کے مخالف ہوگی رد کردی جائے گی۔جیسا کہ امام مالک فرمایا کرتے تھے:

کل الناس یوخذ منه ویوخذ علیه الا صاحب هذا القبر واشار الی قبر رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ۔

’’ہر شخص کی بعض باتیں قبول کی جاتی ہیں اور بعض چھوڑی جاتی ہیں سوائے اس ہستی کے جو اس قبر میں آرام فرما ہے۔یہ کہتے ہوئے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرانور کی جانب اشارہ کرتے۔‘‘

ائمہ اربعہ اور دیگر محققین علماء امت کا یہی مسلک رہا۔وہ سب تقلید جامد کے برے نتائج سے ڈراتے اور اس سے باز رہنے کی تلقین کرتے تھے۔اس لئے کہ قرآن حکیم نے کئی مقامات پر جامد تقلید کرنے والوں کی مذمت کی ہے۔تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ پہلے پچھلے ادوار میں آباؤ اجداد، علماء، مشائخ اور مذہبی پیشواؤں کی اندھی تقلید ہی لوگوں کو کفر کے گھاٹ اتارتی رہی ہے۔

امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور دیگر آئمہ سے ثابت ہے کہ وہ سب کہتے تھے:

لا یحل لاحد ان یفتی بکلامنا او یاخذ بقولنا ما لم یعرف من این اخذنا ۔

---

(۱): نیز فرمایا: وَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ(النساء)

اور اگر کسی بات پر تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو۔

(۲): بلکہ ان میں ایسے مسائل کی بھی کمی نہیں ہے جو ائمہ کی نصوص کے ساتھ متصادم ہے متاخرین مالکیہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں اور امام مالک کے فعل کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں حالانکہ امام مالک نے موطا میں ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کی حدیث روایت کی ہے ملاحظہ ہو موطا امام مالک (باب وضع الیدین احداھما علی الاخری فی الصلوٰۃ) امام مالک نماز میں ہاتھ نہیں باندھ سکتے تھے کیونکہ جعفر بن سلیمان والی مدینہ کے تشدد کے سبب ان کے دونوں بازو اُتر گئے تھے۔(الانتقاء لابن عبدالبر ص:۴۴)

''جو شخص ہماری دلیل اور ماخذ کو نہیں جانتا اس کے لئے روا نہیں کہ ہمارے قول پر فتویٰ دے یا اس پر عمل کرے۔'' (الانتقاء لابن عبدالبر ص ۱۴۵ ، واعلام الموقعین ۲/۳۰۹)

اسی طرح ان میں سے ہر ایک نے بصراحت کہا:

اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِی . یعنی جب کوئی حدیث درجہ صحت کو پہنچ جائے تو اسی کو میرا مذہب جانو۔

(یعنی اس کے خلاف میرا کوئی قول ہے تو اسے کالعدم سمجھو) (ملاحظہ ہو۔ مجموعہ رسائل ابن عابدین میں رسالہ المفتی ۱/۴)

ائمہ نے یہ بھی فرمایا:

اذا قلت قولا فاعرضوه على الكتاب والسنة فان وافقها فاقبلوه وما خالفهما فردوه واضربوه بقولي عرض الحائط ـ

(المجموع للنواوی ۱/۶۳ ، اعلام الموقعین ۲/۳۶۱)

''میرے اقوال کو کتاب وسنت کی کسوٹی پر جانچو جو ان کے موافق ہو تو اسے قبول کرو اور ان کے مخالف ہو تو رد کردو اور دیوار پر دے مارو۔''

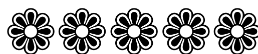
یہ ان جلیل القدر ائمہ کے اقوال ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

لیکن صد ہزار افسوس! بعد میں آنے والے مقلدین اور مولفین پر جنہوں نے دفتروں کے دفتر سیاہ کر ڈالے سادہ لوح عوام کو انہیں صاحب علم بلکہ غلطی سے معصوم مجتہد باور کر بیٹھے اور ان کے علم کا یہ حال تھا انہوں نے ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کے مسلک کی تقلید کو لوگوں کے لئے لازم قرار دے دیا۔ اسی پر بس نہیں بلکہ ایک مسلک اپنا لینے والے پر دوسرے امام کے قول وفتویٰ پر عمل کرنا ممنوع گردانا گویا ان کا امام کوئی نبی ہو جس کی اطاعت سے سر موانحراف جائز نہ ہو۔'' کاش یہ ''علماء'' ائمہ کے ان اقوال سے واقف ہوتے مگر اس کا کیا جائے کہ پیشتر علماء اپنے امام کے متعلق اس کے نام کے سوا کچھ نہیں جانتے تھے۔ مزید ستم یہ ہوا کہ بعض متاخرین نے کچھ مسائل اور نظریات وضع کر کے کسی امام کی جانب منسوب کر دیئے بعد کے لوگ اسے امام کا فعل سمجھ لیتے حالانکہ وہ امام مذکور کے اقوال وتصریحات کے خلاف ہوتا ہے۔ اور وہ اس نے ناخوش و بیزار ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر بہت سے متاخرین حنفیہ بحالت تشہد انگشت شہادت کے ساتھ اشارے کی حرمت کے قائل ہیں۔ (خلاصہ کیدانی) یا کہتے ہیں کہ ''یدا للہ'' (اللہ کے ہاتھ) مراد اس سے اس کی قدرت ہے اسی طرح یہ قول کہ اللہ تعالیٰ بذاتہٖ ہر جگہ موجود ہے اور عرش پر مستوی نہیں ہے بالآخر یہی چیزیں مسلمانوں کی وحدت کے پارہ پارہ ہونے اور قوت وشوکت کے زوال کا سبب بنیں۔ اور جمیعت کا شیرازہ کچھ اس طرح منتشر ہوا کہ ازسرنو شیرازہ بندی کی کوشش کرنے والے درماندہ رہے۔ پھر نفرت وعداوت کی وہ آندھیاں چلیں کہ الامان والحفیظ۔ اب کوئی کسی کو بدعتی قرار دیتا ہے اور کوئی اپنے ہر مخالف پر گمراہ ہونے کا فتویٰ لگا رہا ہے خواہ وہ اختلاف کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو حتیٰ کہ ایک دوسرے پر تکفیر کے تیر چلائے گئے اور نوبت بایں رسید کہ مسلمانوں کی تلواروں سے مسلمانوں کے گلے کٹنے لگے اور رفتہ رفتہ مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا مصداق بن گئے۔

ستفترق امتی ثلاثا و ثلاثين فرقة كلها في النار الّا واحدة قيم من هم يا رسول اللّٰه قال الذ ين علىٰ ما أنا عليه وأصحابی ـ

''میری امت عنقریب تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی وہ سب فرقے جہنم میں جائیں گے سوائے ایک جماعت کے پوچھا گیا یہ جماعت کون سی ہے ۔فرمایا جو میرے اور میرے اصحابؓ کے طریقے پر چلے۔''

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث مذکورہ الفاظ کے ساتھ جامع ترمذی میں ہے اس کی سند ضعیف ہے لیکن شواہد کے اعتبار سے حسن کے درجہ پہنچ جاتی ہے، البتہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد، ترمذی، امام احمد اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا۔



حتیٰ کہ ایک شخص کی تقلید لازم کردی نتیجۃً کئی فرقے پیدا ہوئے

رب عظیم کی قسم مسلمان جب تک صحیح معنوں میں کامل مسلمان اور اسلام کے ساتھ مخلص تھے نصرت الٰہی ان کے ہمرکاب تھی ملک پر ملک فتح کر رہے تھے دین کا پرچم ان کے ہاتھوں میں بلند سے بلند تر ہو رہا تھا۔ خلفائے راشدین اور تابعین بالاحسان رضی اللہ عنہم کی روشن مثالیں تاریخ اسلام کے ابوابِ اولین کی زینت ہیں لیکن جب مسلمان احکام الٰہی سے سرتابی کرنے لگے اور اطاعت کیشی کی روش کو بدل ڈالا تو اللہ تعالیٰ کی نعمت نے بھی راہ بدل لی مسلمانوں کا اقتدار چھن گیا اور سلطنت وخلافت بھی ہاتھوں سے جاتی رہی جیسا کہ بہت سی آیات اس معنی پر دلالت کناں ہیں۔ (۱)

مسلمانوں نے دین میں جو تبدیلیاں کیں ان میں سے ایک تبدیلی، خاص مسلک کی پابندی کرنا، اور اس کے لئے تعصب برتنا ہے۔ اس امر کے ایجاد ہونے میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے اور ہر نو ایجاد بدعت جسے باعث اجر وثواب سمجھ لیا جائے گمراہی کے سوا کچھ نہیں سلف صالحین کا طریقہ تو یہ تھا کہ کتاب وسنت اور ان سے ثابت شدہ امور، نیز اجماع امت کو مضبوطی سے تھامے رہتے تھے، وہی حقیقی مسلمان تھے اللہ تعالیٰ ان پر رحمت ورضوان نازل فرمائے انہیں اجر جزیل عطا فرما کر راضی کرے ہمیں بھی ان کے طریقہ پر کاربند رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور حشر میں ان کی رفاقت نصیب فرمائے۔

لیکن جب مذاہب کی بدعت رواج پذیر ہوگئی تو اس سے بڑی خرابیاں پیدا ہوئیں مسلمانوں کی آواز ایک نہ رہی ہر گروہ دوسرے کو گمراہ قرار دینے لگا۔ مقلد مفتیوں نے یہ فتویٰ دیا کہ حنفی کا شافعی مسلک کے امام کی قتداء میں نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ (۲)

بعض یہ کہنے لگے کہ چار مذاہب کے اتباع ہی اہل سنت ہیں لیکن ان کا اپنا طرز عمل ان کے اس قول کا ابطال کرنے کیلئے کافی تھا۔ ایک دوسرے کو اہلسنت تسلیم کرنے کے باوصف تنگ دلی اس حد کو پہنچی کہ مسجد حرام (جو دنیا بھر کے مسلمان کی وحدت کا نشان ہے) میں چار الگ الگ مصلے وجود میں آئے۔ (۳) ہر مذہب کی جماعت الگ ہونے لگی ایک مذہب کے لوگ جماعت کے ساتھ نماز ادا کر رہے ہوتے اور دوسرے مذہب کے لوگ بیٹھے اپنے فرقے کی باری کے منتظر ہوتے۔ انہی جیسی بدعات کو مسلمانوں میں رائج کر کے ابلیس اپنے گھناؤنے مقاصد میں سے ایک مقصد یعنی مسلمانوں کے اتحاد کو ختم کرنے اور انہیں مختلف فرقوں میں تقسیم کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ **فنعوذ باللہ من ذلک۔**

کیا قبر میں فقہی مسلک اور سلسلہ طریقت کے بارے میں پوچھا جائیگا؟

اے خردمند اور انصاف پسند مسلمان میں تمہیں عظمت والے رب کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ جب کوئی انسان دارِ فانی سے عالم بقا کی طرف جاتا ہے تو قبر میں یا قیامت کے روز اس سے یہ پوچھا جائے گا؟ کہ فلاں امام کا مذہب کیوں اختیار نہیں کیا؟ فلاں سلسلہ طریقت میں شمولیت اختیار کیوں نہیں کی؟ اللہ کی قسم! اس طرح کے سوالات وہاں نہیں ہوں گے بلکہ وہاں تو یہ سوال ہوگا کہ فلاں مذہب کے پابند کیوں رہے؟ فلاں سلسلہ سے کیوں منسلک ہوئے؟ اس لئے کہ کتاب وسنت کی تصریحات سے آنکھیں بند کر کے مذہب وسلسلہ کا ہر مسئلہ میں پابند رہنا علماء ومشائخ کو اللہ کے سوا معبود بنا لینے کے مترادف ہے اور اس لیے بھی یہ مخصوص مذاہب اور مشہور سلسلے دین میں بدعت ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اے انسان! تم سے صرف اس چیز کے متعلق باز پرس کی جائے گی جسے اللہ تعالیٰ نے تم پر واجب کیا ہے اور وہ ہے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان اور ایمان کے تقاضوں کے مطابق عمل۔ کسی مخصوص مذہب کا پیرو بننا ایمان کے تقاضوں میں سے نہیں بلکہ ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ علماء کتاب وسنت کے ہوتے ہوئے بھی تم جن امور سے ناواقف ہو ان کے متعلق اہل علم سے دریافت کرو۔ اور اگر کوئی اشتباہ ہو تو قرآن وسنت کی صریح روشنی میں انہیں سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ یہ ہے سیدھا سادا

---

(۱): ارشاد باری تعالیٰ ہے: ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ”یہ اس لئے کہ جو نعمت اللہ تعالیٰ کسی کو دیا کرتا ہے جب تک وہ خود اپنے دلوں کی حالت نہ بدل ڈالیں اللہ تعالیٰ اس نعمت کو نہیں بدلا کرتا اور اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔ (الانفال: ۵۳) (۲): بلکہ بعض مفتیان شرع تقلید نے تو یہ فتویٰ بھی صادر فرما دیا کہ ”حنفی مرد شافعی عورت سے نکاح نہیں کر سکتا۔ کیوں کہ وہ ایمان میں انشاء اللہ کہنے کے سبب کافر ہے۔ البتہ ایک مفتی صاحب نے اہل کتاب پر قیاس فرماتے ہوئے اجازت مرحمت فرمائی۔ ملاحظہ ہو: صفۃ صلاۃ النبی ﷺ ص ۴۴ بحوالہ بحر الرائق۔

دین اسلام جسے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔

برادران اسلام! اپنے دین کی طرف واپس لوٹو جو ظواہر قرآن وسنت اور سلف امت اور ائمہ صالحین کے اجماع کے مطابق عمل پیرا رہنے سے عبارت ہے صرف یہی شاہراہ ہے جو ہمیں ہلاکت وضلالت سے بچا کر سعادت وشادمانی کی منزل سے ہمکنار کر سکتی ہے پس تم موحد مسلمان بنو۔صرف اللہ کی عبادت کرو،صرف اسی سے ڈرو ،صرف اسی سے امید رکھو۔سب مسلمانوں کا بھائی بن کر رہو۔ان کے لیے وہی چاہو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو۔امام ترمذیؒ نے اپنی سنن میں حضرت عرباضؓ بن ساریہ سے ایک حدیث روایت کی ہے جو تمہاری رہنمائی کے لیے کافی ہوگی۔حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

وعظنا رسول اللّٰہ ﷺ بعد صلاۃ الغداۃ موعظۃ بلیغۃ ذرفت منھا العیون و وجلت منھا القلوب فقال رجل انّ ھذا موعظۃ مودّع فما ذا تعھد الینا یارسول اللّٰہ قال اوصیکم بتقویٰ اللّٰہ والسمع والطاعۃ وان تامر علیکم عبد حبشی فانہ من یعش منکم فیری اختلافًا کثیرا وایاکم ومحدثات الامور فانھا ضلالۃ فمن ادرک ذلک منکم فعلیہ بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھد یین عضّو علیھا بالنواجذ۔

''ایک روز نماز فجر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا بلیغ وعظ فرمایا کہ دل لرز گئے اور آنکھیں اشکبار ہوگئیں ایک شخص کہنے لگا یہ وعظ تو ایک رخصت ہونے والے کی پند ونصیحت دکھائی دیتا ہے لہٰذا ہمیں وصیت فرمائیے تو فرمایا کہ میں تمہیں تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں نیز یہ کہ سمع وطاعت تمہارا شیوہ رہے خواہ کوئی حبشی غلام ہی تمہارا امیر بن جائے۔تم میں سے جو لوگ زندہ رہیں گے بہت زیادہ اختلافات دیکھیں گے اپنے آپ کو ان امور سے دور رکھو جو میرے زمانہ میں نہیں تھے اس لئے کہ ہر نئی چیز بدعت ہے لہٰذا جو شخص اس زمانے کو پالے تو اسے چاہیے کہ میرے اور میرے خلفاء الراشدین کے طریقہ کو مضبوطی سے پکڑے رکھے۔ (ابوداؤد،ترمذی،احمد،حاکم)

جب حقیقت یہ ہے تو ہمیں تقلید جامد سے مکمل طور پر احتراز کرنا چاہیے اس لیے جو شخص تمام مسائل میں صرف ایک ہی مسلک کا پیروکار رہے گا تو یقیناً وہ بہت سی احادیث پر عمل نہیں کر پائے گا بلکہ ان کی مخالفت کر بیٹھے گا اور یہ چیز بلا شبہ گمراہی ہے لہٰذا احناف اور دیگر مسالک کے بہت سے علماء محققین نے صراحت کی ہے کہ کسی ایک ہی مسلک کی تقلید لازم نہیں ہے جیسا کہ کمال ابن ھمام نے التحریر اور ابن عابدین نے رد المختار کی ابتداء میں لکھا ہے۔نیز یہ معین مسلک کی پیروی کے لزوم کا قول ضعیف ہے۔

ایک مذہب التزام کا فعل سیاسی مصلحت پر مبنی تھا!!

مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کی پیروی کو ضروری قرار دینے کا قول سیاسی ضروریات،وقتی مصلحتوں اور نفسانی خواہشات پر مبنی تھا یہ حقیقت تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں پر مخفی نہیں ہے۔ہم بھی آئندہ صفحات میں مزید وضاحت کریں گے۔مسلمان کا فرض یہ ہے کہ وہ حق کو پہچانے اور اس کے مطابق عمل کرے۔

ہر مسلمان کو معلوم ہونا چاہیے کہ صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب ہی وہ مذہب حق ہے جسے ماننا اور اس کی پیروی کرنا فرض ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ امام اعظم ہیں جن کی پیروی لازم ہے۔پھر خلفاء الراشدین کا طریقہ ہے۔اس دنیائے رنگ وبو میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی ہستی نہیں جس کا نام لے کر اس کی پیروی کرنے کا حکم دیا گیا ہو۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۔ (الحشر:۷)

''رسول تمہیں جو دیں اسے تھام لو اور جس کام سے روکیں اس سے باز آجاؤ۔''

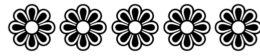
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین ۔ میری اور میرے خلفاء الراشدین کی پیروی اپنے اوپر لازم کرلو۔

امام ابوحنیفہ امام مالک یا کسی اور امام نے یہ کبھی نہیں کہا کہ میرے قول پر عمل کرو یا میرا مذہب اختیار کرو حتٰی کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے ایسی کوئی بات نہیں کی بلکہ ایسا کرنے سے منع کیا۔

جب اصل حقیقت یہ ہے تو مذاہب کہاں سے آ گئے؟ انہیں رواج دینے میں کون سے عوامل کارفرما تھے؟ یہ کس طرح پھیلے اور مسلمانوں کی گردنوں میں یہ طوق کیوں ڈالے گئے؟

غور وفکر سے کام لو گے تو یہ جاننے میں دیر نہیں لگے گی کہ ان مذاہب کو فروغ اسی وقت ملا جب ''خیرون القرون'' کا دور گزر چکا تھا۔ یہ ظالم امراء، جاھل حکام اور گمراہ کن علماء کی کارستانی تھی کہ مسلمانوں کو مذاہب کی بیڑیوں میں جکڑ کر رکھ دیا گیا۔



تقلید مذاہب کے بدعت ہونے کے متعلق علمائے امت کی تصریحات

شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنی عظیم تالیف ''الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف'' میں لکھا ہے۔ اچھی طرح سمجھ لو پہلی اور دوسری صدی ہجری میں لوگ کسی ایک مذہب کی تقلید پر متفق نہ تھے۔ چنانچہ ابوطالب مکی [1] نے قوت القلوب میں لکھا ہے کہ ''کتابیں اور (مسائل کے) مجموعے سب نو پید ہیں۔ لوگوں کی آراء بیان کرنا ایک امام کے مذہب کے مطابق فتویٰ کا التزام کرنا اور ہر مسئلہ میں اسی کے اقوال کی اتباع کرنا اسی کے مذہب کو پڑھنا پڑھانا پہلی اور دوسری صدی کے لوگوں کا دستور نہ تھا۔

دوصدیاں گزرنے کے بعد مسائل کی تخریج [2] ہونے لگی۔ تاہم چوتھی صدی ہجری میں بھی صرف ایک مذہب کی تقلید محض اور اسی کی تدریس وروایت پر اکتفاء پر لوگ جم نہیں گئے تھے جیسا کہ تحقیق ومراجعت سے ظاہر ہوتا ہے بلکہ لوگ اس وقت دوطرح پر تھے۔

۱۔ علماء ۲۔ عوام

عوام کا طریقہ کار یہ تھا اتفاقی مسائل میں کہ جن کے متعلق مسلمانوں میں یا جمہور مجتہدین کے درمیان کوئی اختلاف نہ تھا بجز شارع کے کسی اور کی تقلید نہیں کرتے تھے وضو، غسل کی کیفیت، نماز وزکوٰۃ کے احکام وغیرہ اپنے اباء واجداد یا شہر کے علماء سے سیکھ لیتے تھے اور اسی پر عمل پیرا ہوتے اور جب کوئی نیا مسئلہ درپیش آ جاتا تو بلا امتیاز مسلک ومذہب جو مفتی بھی مل جاتا اس سے دریافت کر لیتے۔ ابن ہمام اپنی کتاب ''التحریر'' کے آخر میں لکھتے ہیں۔

كانوا يستفتون مرة واحد او مرة غيره غير ملتزمين مفتيا واحدا۔

کبھی ایک عالم سے پوچھ لیتے تو کبھی دوسرے سے ایک ہی مفتی کا التزام نہ کرتے تھے۔ [3] یہی بات شاہ ولی اللہ نے اپنی ایک اور گرانقدر تصنیف حجۃ اللہ البالغہ ۱/۱۵۳ میں بھی لکھی ہے اس کے بعد امام ابن حزم رحمۃ اللہ کا یہ قول بھی بطور تائید مزید کے نقل کیا ہے۔

تقلید حرام ہے۔ کسی کے لئے یہ جائز نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی بھی انسان کا قول بلا دلیل مان لے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا صریح فرمان ہے۔

''اِتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَاءَ۔

''' پیروی اس کی کرو جو کچھ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اسے چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کی پیروی مت کرو۔ (الاعراف:۳)

نیز فرمایا:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَاءَ نَا۔ جب انہیں کہا جاتا ہے پیروی کرو اس کی جو اللہ نے نازل کیا ہے کہتے ہیں ہم تو صرف اس کی پیروی کریں گے جس پر اپنے آباء واجداد کو پایا ہے۔

تقلید کی راہ سے دور رہنے والوں کا ذکر جمیل اس طرح فرمایا ہے:

فَبَشِّرْ عِبَادِهِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَاهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ سو آپ میرے ان بندوں کو بشارت دے دیجئے جو اس کلام کو غور سے سنتے ہیں پھر اس کی اچھی اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں یہی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے نوازا اور یہی لوگ عقلمند ہیں (الزمر:۱۷-۱۸)

نیز فرمایا:

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ پھر اگر ایسا ہو کہ کسی معاملہ میں تمہارے درمیان نزاع پیدا ہو جائے تو چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔

گویا اللہ تعالی نے نزاع کی صورت میں کتاب وسنت کے سوا کسی اور چیز کی طرف رجوع کرنے کی اجازت ہی نہیں دی۔

تمام کے تمام صحابہ، تمام کے تمام تابعین اور تمام اتباع تابعین کا اس بات پر اجماع ثابت ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ان کے یا ان سے پہلے زمانہ کے کسی انسان کے تمام اقوال کی پیروی کے التزام نہ کیا جائے اور نہ کرنے دیا جائے۔

لہٰذا جو شخص امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے سب کے سب اقوال پر عمل کرنا ضروری سمجھتا ہے اور اپنے امام سے فتویٰ لئے بغیر کتاب وسنت میں ثابت شدہ احکام پر بھی اعتماد کرنے پر بھی آمادہ نہیں ہوتا تو اسے جان لینا چاہیے کہ وہ بلاشبہ یقینی طور پر تمام امت کے اجماع کے خلاف کر رہا ہے۔ خیرون القرون میں اسے اپنا کوئی پیش رو نہیں مل سکتا لہٰذا اس نے وہ راہ اختیار کی ہے جو اہل ایمان کی راہ نہیں ہے۔

ایک اور نقطۂ نظر سے دیکھیں تو ان تمام ائمہ نے دوسروں کی تقلید سے منع فرمایا ہے۔ لہٰذا ان کے منع کرنے کے باوجود ان کی تقلید کرتا ہے تو وہ ان کی نافرمانی کا مرتکب ہو رہا ہے۔

یہی بات امام عزالدین بن عبدالسلام [4] نے اپنی کتاب قواعد الاحکام فی مصالح الانام اور شیخ صالح الفلانی نے اپنی کتاب ایقاظ ھمم اولی الابصار میں بھی ذکر کی ہے ان نو پید مروجہ مذاہب کے مقلدین اور ان کی بے جا حمایت کرنے والوں پر تعجب ہوتا ہے جو اپنے مذہب کی طرف منسوب ہر قول پر کاربند رہتا ہے ہر چند کہ وہ دلیل سے کوسوں دُور ہو اور اپنے امام کو نبی مرسل سمجھتا ہے حالانکہ یہ بات حق سے جدائی اور راہ راست سے دوری کی موجب ہے۔ ہمارا مشاہدہ وتجربہ ہے کہ یہ مقلدین یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کے امام سے غلطی کا صادر ہونا ناممکن اور محال ہے۔ اور جو کچھ وہ کہہ گئے ہیں بہر حال درست ہے۔ انہوں نے دل میں یہ طے کیا ہوتا ہے وہ اپنے امام کی تقلید سے منہ نہیں موڑیں گے خواہ از روئے دلیل ان کے مخالف کا قول ہی ثابت اور قوی تر ہو [5] اس کیفیت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث من وعن صادق آتی ہے جسے امام ترمذی وغیرہ نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ (ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماء ومذہبی پیشوا کو اپنے معبود بنالیا ہے) کی تلاوت کرتے ہوئے سنا۔ تو عرض کی اے اللہ کے رسول وہ علماء ومشائخ کی عبادت تو نہیں کرتے تھے۔

فرمایا:

انهم اذا احلوا شيئا استحلوه واذا حرموا عليهم حرموه فذلك عبادتهم ۔

ان کے مذہبی پیشوا جب ان کے لئے کوئی چیز حلال کر دیتے تو وہ اسے حلال سمجھتے اور اگر ان پر کسی چیز کو حرام کر دیتے تو اسے حرام سمجھتے یہی چیز ان کی عبادت و پرستش ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کی غیر مشروط اطاعت جہالت اور گمراہی ہے

برادران اسلام! جب ہم کسی شخص کے مذہب کے مقلد ہوں اور ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پہنچے جو غلطی سے معصوم ہیں اور جن کی اطاعت بھی اللہ تعالی نے ہم پر فرض کی ہے لیکن ہم حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ دیں اور کسی شخصیت اور مذہب کے ساتھ چمٹے رہیں تو ہم سے بڑا ظالم کون ہوگا اور جس روز تمام انسان پروردگار عالم کے دربار میں پیش ہوں گے تو ہم کیا عذر پیش کر سکیں گے۔

ایسا شخص جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کی غیر مشروط اطاعت کا دم بھرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ سارے ائمہ کے اقوال میں سے صرف اس کے امام کا قول ہی برحق اور واجب الاتباع ہے، راہ حق سے بھٹکا ہوا نرا جاہل ہے۔ بلکہ یہ بات کفر تک جا پہنچتی ہے اسے توبہ کرنے کو کہا جائے گا اگر توبہ کر لے تو بہتر ورنہ قتل کر دیا جائے۔ اس لیے کہ جب کوئی یہ اعتقاد رکھے کہ تمام آئمہ میں سے صرف ایک امام کی اتباع واجب ہے تو گویا وہ شخص اپنے امام کو نبی کا درجہ دے رہا ہے۔ اس مسئلہ میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ناخواندہ عامی شخص کے لیے زید وعمر کی تعیین کے بغیر کسی امام کی تقلید واجب یا جائز ہے۔ لیکن جس شخص کے دل میں سارے آئمہ کی محبت ہو اور اسے

جس امام کا قول سنت کے موافق نظر آئے اس پر عمل کرے تو اس کا یہ عمل لائق تحسین ہے لیکن تابعین کے بعد کے طبقہ میں سے ایک عالم کیلئے تعصب رکھنے والے شخص کا طرز عمل تو رافضی، ناصبی اور خارجی فرقوں جیسا ہے جو ایک صحابی کے متعلق غلو کرتے ہیں اور باقی تمام سے لاتعلقی اور برأت کا اظہار کرتے ہیں جو خود رائی اور اہل بدعت کے طریقے ہیں جن کے متعلق قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہو چکا ہے کہ وہ لائق مذمت اور جادۂ حق سے بہت دور ہیں۔

شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ فتاویٰ مصریہ میں فرماتے ہیں:

اگر کوئی شخص امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ یا کسی امام کا مقلد ہو اور کسی مسئلہ میں اسے دوسرے امام کا قول دلیل کے اعتبار سے قوی تر نظر آئے اور وہ اس پر عمل کرے تو اس کا یہ فعل لائق تحسین ہے اور علماء میں اس امر کے متعلق کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ایسا کرنے سے اس کے دین یا دیانت پر کوئی حرف نہیں آتا بلکہ یہی طریقہ حق سے قریب تر اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں پسندیدہ تر ہے بہ نسبت اس شخص کے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کی غیر مشروط اطاعت کا دم بھرتا ہے (جیسا کہ کئی لوگ امام ابوحنیفہ کی تقلید کرتے ہیں) اور اعتقاد رکھتا ہے کہ مختلف رائے رکھنے والے علماء کی بجائے صرف اس کے امام کا قول ہی درست اور لائق اتباع ہے تو ایسا کرنے والا نرا جاہل ہے بلکہ اس کا یہ فعل۔ معاذ اللہ۔ کفر بھی ہوسکتا ہے

''الاقناع'' اور اس کی شرح میں ہے:

''زیادہ معروف یہی ہے کہ ایک مذہب اختیار کرنا اور اس کا پابند رہنا لازم نہیں اور نہ ہی ایک مسلک کو چھوڑ کر دوسرے کو اختیار کرنا ممنوع ہے جمہور علماء مخصوص ومعین مذہب کی پابندی ضروری قرار نہیں دیتے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں کسی کی اتباع نہیں کی جاسکتی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر فرد پر ہر حال میں صرف اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت فرض کی ہے۔''

''الانصاف'' کی کتاب القضاء میں ہے:

''شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے فرمایا جو شخص کسی معین امام کی تقلید کو واجب قرار دے اس سے توبہ کرائی جائے اگر توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ کیوں کہ اس طرح تقلید کو واجب ٹھہرانا اللہ تعالیٰ کے حق تشریع میں شرک ہے اس لیے کہ تشریع (احکام مقرر کرنا) ربوبیت کے خصائص میں سے ہے۔

---

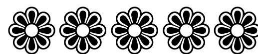
(۱): محمد بن علی عطیہ مکی مشہور زاہد وعابد واعظ تھے ان کی تالیف قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب تصوف میں پائے کی کتاب سمجھی جاتی ہے وفات بغداد ۳۸۶ھ۔

(۲): کتاب وسنت کی بجائے کسی امام کے فتاوی کی روشنی میں مسائل کا حکم متعین کرنا تخریج کہلاتا ہے۔

(۳): الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف ۶۸

(۴): امام عبدالعزیز بن عبدالسلام اپنے زمانے میں اپنی مثال آپ تھے۔ انہیں شیخ الاسلام اور سلطان العلماء کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے کلمہ حق کہنے میں ممتاز تھے قاہرہ میں ۶۶۰ ہجری میں وفات پائی۔

(۵): مولانا محمود الحسن دیوبندی ایک مسئلہ میں فرماتے ہیں: الحق والانصاف ان الترجیح للشافعی فی ھذہ المسألۃ ونحن مقلدون یجب علینا تقلید امامنا ابی حنیفہ۔ حق وانصاف یہی ہے کہ اس مسألہ میں امام شافعی کا قول راجح ہے لیکن ہم چونکہ مقلد ہیں اس لیے ہم پر اپنے امام ابوحنیفہ کی تقلید واجب ہے۔ (تقریر الترمذی ص: ۴۰)



کسی مخصوص مذہب کا التزام ضروری نہیں ہے

مشہور حنفی محقق کمال بن ہمام [1] حنفی فقہ کے اصولوں کے موضوع پر اپنی تالیف التحریر میں رقمطراز ہیں۔

''کسی معین مذہب کی پابندی لازم نہیں ہے یہی قول صحیح ہے کیوں کہ اس کے لازم ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ واجب صرف وہی چیز ہوتی ہے جسے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم واجب کریں اور معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں سے کسی پر ائمہ میں سے کسی امام کا مذہب اس طرح اختیار کرنا واجب نہیں کیا کہ دوسرے ائمہ کو چھوڑ کر دین کے ہر معاملہ میں بس اسی کی تقلید کرے۔ خیرون القرون کا پورا دور گزر گیا اور اس دور میں کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ ایک معین مذہب اختیار کرنا ضروری ہے۔

بیشتر مقلدین کہتے ہیں ''میں حنفی ہوں''،''میں شافعی ہوں'' حالانکہ اسے اپنے امام کے مسلک کی خبر تک نہیں ہوتی۔ محض زبان سے کہہ دینے سے کوئی حنفی یا شافعی نہیں ہوسکتا۔

شیخ صالح الفلانی نے اپنی کتاب ''ایقاظ ھمم اولی الابصار'' میں مقلد اور مُتبع کے درمیان فرق واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مقلد اللہ اور اس کے رسول کا فرمان نہیں بلکہ اپنے امام کا مذہب دریافت کرتا ہے اور اگر اسے معلوم بھی ہو جائے کہ اس کے امام مسلک کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہے تو پھر بھی کتاب وسنت کی طرف رجوع نہیں کرتا اور اپنے امام کے مسلک پر اڑا رہتا۔ جب کہ متبع صرف اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے متعلق سوال کرتا ہے اور کسی خاص شخص کے مسلک اور رائے کا نہیں پوچھتا۔ پھر اگر اسے دوبارہ کوئی مسئلہ پیش آتا ہے تو یہ ضروری نہیں سمجھتا کہ اس کے متعلق بھی اسی عالم سے فتویٰ دریافت کرے جس سے پہلے کے متعلق پوچھا تھا۔ بلکہ جو بھی عالم دین اسے مل جاتا ہے اس سے دریافت کر لیتا ہے اور وہ پہلی رائے پر اس طرح عمل نہیں کرتا کہ کسی دوسری رائے پر کان ہی نہ دھرے اور پہلی رائے کی اس قدر متعصّبانہ حمایت نہیں کرتا کہ اس کے کتاب وسنت کے صریح احکام کے خلاف ہونے کا علم رکھتے ہوئے بھی دوسرے قول کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے۔ یہ ہے فرق متاخرین میں مروج تقلید اور اس اتباع کے درمیان جس پر سلف صالحین کاربند تھے

دینی لٹریچر میں تقلید کا معنی ہے : الرجوع الی قول لاحجة لقائله علیه۔

ایسے قول کی جانب رجوع کرنا جس کے ثبوت پر اس کے قائل کے پاس کوئی دلیل نہ ہو۔

شرعاً یہ چیز بالکل ممنوع ہے شرعی دلیل سے ثابت چیز کی طرف رجوع کو اتباع کہا جاتا ہے اللہ کے دین میں تقلید ناجائز اور اتباع واجب ہے۔ مفتی کے فتویٰ میں غلطی کا احتمال ہوتا ہے اس کے باوجود عامی کیلئے اس کے دیئے ہوئے فتویٰ پر عمل کرنا جائز بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہوتا ہے تو اس کے لیے حدیث نبوی پر عمل کرنا کیوں روا نہیں ہوگا اس لئے اگر کہا جائے کہ صحیح ثابت ہو جانے کے باوجود حدیث وسنت پر اس وقت تک عمل کرنا جائز نہیں جب تک کہ اس پر فلاں فلاں امام عمل نہ کریں تو یہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو مشروط کرنے کے مترادف ہوا۔ اور یہ بالکل باطل ہے اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حجت قائم کی ہے کسی اور انسان کے ذریعہ نہیں۔ جو شخص حدیث کا معنی ومفہوم سمجھنے کی اہلیت سے بہرہ مند ہو اور وہ اس کے مطابق عمل کرے یا اس کے مطابق فتویٰ دے تو محض غلطی کے امکان کے مفروضے کی بنا پر اسے روکنے کا کوئی جواز نہیں ہے (یہ فیصلہ تو ان لوگوں کے متعلق ہوا جو کسی حد تک فہم دین کی صلاحیت رکھتے ہوں)۔ البتہ جو لوگ اس اہلیت سے بے بہرہ ہوں تو ان کا فریضہ ارشاد ربانی:

فَسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِن کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ اگر تمہیں علم نہیں تو اہل علم سے پوچھ لو۔ (الانبیاء:۷)

میں بیان کر دیا گیا ہے۔ جب ایک سائل اپنے لئے لکھے گئے فتویٰ میں مفتی صاحب یا ان کے استاذ یا استاذ الاستاذ کے کلام پر اعتماد کرسکتا ہے تو ثقہ راویوں کی وساطت سے لکھے گئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین پر اعتماد تو بدرجہ اولیٰ جائز ہونا چاہئے۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ وہ حدیث کو کماحقہ سمجھ نہیں پائے گا تو یہ احتمال تو مفتی کے فتویٰ میں بھی موجود ہے جس طرح فتویٰ سمجھ میں نہ آنے کی صورت میں کسی سے پوچھ لیتا ہے اسی طرح اگر حدیث سمجھنے میں دشواری پیش آئے تو کسی عالم سے اس کا مفہوم دریافت کرے۔ اور یہ تو علماء کہہ چکے ہیں کہ حجت ہونے میں حدیث کو قیاس واجتہاد پر فوقیت حاصل ہے حدیث نبوی پر عمل کرنا کسی اور سے منقول

رائے پر عمل کرنے سے بدر جہا بہتر ہے (۳)

علامہ ابن نجیم (۴) البحر الرائق میں لکھتے ہیں:

ان العمل بنص صریح اولیٰ من العمل بالقیاس وان ظاهر الحدیث واجب العمل ۔

نص صریح پر عمل کرنا قیاس پر عمل کرنے سے کہیں بہتر ہے اور حدیث (۵) کے ظاہر پر عمل کرنا واجب ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ عقل سلیم اور دینی امور میں فہم مستقیم سے بہرہ ور شخص کو حدیث کا جو مفہوم سمجھ میں آئے اس کے مطابق عمل کرنا ہی تمام علماء کا اصل مسلک ہے۔

یہ دیکھئے امام ابو حنیفہ جب فتویٰ صادر فرماتے تو ساتھ ہی کہتے:

هذا ما قدرنا علیه فی العلم فمن وجد أوضح منه فهو اولیٰ بالصواب ۔

یہاں تک ہمارے علم کی رسائی ہے اگر کسی کو اس سے واضح چیز مل جائے تو اس پر عمل کرنا زیادہ درست ہوگا۔

ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں:

اس امت کے کسی فرد پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ حنفی، شافعی، مالکی، یا حنبلی بنے اس کے برعکس ہر ایک پر واجب یہ ہے کہ اگر عالم نہ ہو تو کسی عالم سے مسئلہ دریافت کرے اور علمائے دین میں آئمہ اربعہ بھی شامل ہیں اس لیے یہ مقولہ مشہور ہے۔ من تبع عالما لقی الله سالما . جو کسی عالم کی پیروی کرے گا اللہ کے حضور صحیح سالم پہنچے گا ہر مکلّف کو نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کا حکم دیا گیا ہے۔

واجب الاتباع امام ومقتدیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں

شیخ عبدالحق محدث دہلوی الصراط المستقیم کی شرح میں لکھتے ہیں :

ان الامام المتبوع والمقتدی به حقا هو النبی صلی الله علیه وسلم فاالمتابعة لغیره غیر معقولة وهذا هو طریقة السلف الصالحین جعلنا الله منهم ۔

درحقیقت واجب الاطاعت امام ومقتدیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں آپ کے سوا کسی اور ہستی کی اتباع کرنا معقول بات نہیں ہے سلف صالحین کا یہی طریقہ تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حشر وجنت میں ان کی معیت نصیب فرمائے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اجمع المسلمون علی ان من استبان له سنة رسول الله صلی الله علیه وسلم لم یحل له ان یدعها لقول احد ۔

اس بات پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ حدیث رسول معلوم ہو جانے کے بعد کسی کے لئے جائز نہیں کہ کسی (امام) کے قول کو بہانہ بنا کر حدیث پر عمل نہ کرے۔ (۶)

اس امر میں کسی قسم کے شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ حق پر وہی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم کی پیروی کرتے ہوئے آپ کے قول وعمل کو لائحہ عمل بناتے ہیں اگر کئی طرح سے ثابت ہو تو کبھی ایک صورت پر عمل کرتے ہیں کبھی دوسری پر۔ اسی طرح آپ کے بعد خلفاء راشدین اور رشد وہدایت کے پیکر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طرز عمل کو نشان راہ بناتے ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِی یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ ۔ (آل عمران:۳۱)

کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

نیز فرمایا:

وَمَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَہَاکُمْ عَنْہُ فَانْتَہُوْا ۔ (الحشر:۷)

’’رسول تمہیں جو دیں اسے تھام لو اور جس کام سے روکیں اس سے باز آ جاؤ۔‘‘

اسی مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

---

(۱): نویں صدی ہجری کے مشہور حنفی عالم محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید۔کمال الدین ابن ہمام کے لقب سے مشہور ہیں۔فتح القدیر کے نام سے ہدایۃ کی شرح لکھی ۸۶۱ھ میں قاہرہ میں وفات پائی۔

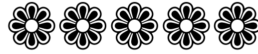
(۲): ایقاظ الھمم ص ۴۱۔

(۳): اعلام الموقعین

(۴): دسویں صدی ہجری کے ممتاز حنفی عالم زین الدین بن ابراہیم ۹۷۰ ھجری میں وفات پائی۔البحر الرائق شرح کنز الدقائق کے علاوہ الاشباہ والنظائر الفوائد الزینیۃ فی فقہ الحنفیہ۔الرسائل الزینیۃ اور فتح الغفار شرح المنار ان کی تالیفات میں سے ہیں۔

(۵): تحریف وتاویل کئے بغیر نصوص کا مفہوم ظاہر کہلاتا ہے۔

(۶): اعلام الموقعین ۱/ ۷۔



فرقہ بندی اور اختلافات مختلف مذاہب کی پابندی کرنے کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہوئے

جب کسی مسئلہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سے زائد روایات مروی ہوں اور یہ بھی معلوم نہ ہو سکے کہ ان میں سے کون سا حکم پہلے کا ہے اور کون سا بعد کا ہے اور تاریخ اس امر میں ساکت ہو ان تمام صورتوں پر عمل کر لیا کرو۔ کبھی ایک پر کبھی دوسری پر تاکہ تمہارا عمل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے مطابق ہو۔ اس کے برعکس اگر ان صورتوں میں سے صرف ایک پر عمل کرو گے اور باقی کا انکار کرو گے تو یہ امر تمہارے لئے خطرناک ہو سکتا ہے یا نص کے ہوتے ہوئے کوئی علت اپنی طرف سے بیان کرو گے تو بہت ممکن ہے کہ دائرہ حق سے ہی باہر نکل جاؤ اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔ کسی مسلمان کو کیسے زیب دیتا ہے کہ اس کی نبی کی ثابت شدہ حدیث کا انکار کر دے جس کے متعلق قرآن کریم شہادت دیتا ہے کہ:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰیٓ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰی ۔ (النجم)

آپ اپنی خواہش سے کوئی بات زبان پر نہیں لاتے یہ تو حکم الٰہی ہے جو آپ پر نازل کیا جاتا ہے۔

جب بعض لوگ نصوص پر عمل کرنے اور بعض کو ترک کرنے کی بدعات کا شکار ہوئے تو اس کے نتیجے میں انتشار کا بیج بونے والے مذاہب وجود میں آئے اور ہر طرف سے ''ہمارے نزدیک''، ''تمہارے نزدیک''، ''ہماری کتابیں''، ''تمہاری کتابیں''، ''ہمارا مذہب''، ''تمہارا مذہب''، ''ہمارا امام''، ''تمہارا امام'' کی صدائیں آنے لگیں [1]

اور اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے مابین بغض، حسد، عداوت، احساس برتری، اور دوسروں کی تحقیر نے لے لی۔ انجام کار مسلمانوں کی شان و شوکت جاتی رہی ان کی جمعیت منتشر ہو کر بدنظمی کا شکار ہو گئی۔ بالآخر مسلمان فرنگی استعمار اور دیگر جابر قوتوں کے لیے لقمہ تر بن گئے۔

کیا اہل سنت کا ہر امام ہم سب کا امام نہیں، اللہ ان سب پر راضی ہو اور ہمارا حشر بھی ان کی جماعت کے ساتھ ہو۔ متعصب مقلدوں کا یہ رویہ کس قدر افسوس ناک ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جب اس مسئلہ کی کماحقہ تحقیق کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ان مذاہب کی ترجیح و اشاعت اور تقلید مذاہب کے تصور کو خوشنما بنا کر پیش کرنے میں اسلام دشمن قوتوں کا ہاتھ تھا اس کے پس منظر میں مسلمانوں کا شیرازہ منتشر کرنے اور باہمی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کا مذموم مقصد کارفرما تھا یا کچھ جاہلوں نے یہود و نصاریٰ کی متابعت کرتے ہوئے اور ان سے مشابہت پیدا کرنے کے شوق میں ان مذاہب کو اختیار کیا تھا جیسا کہ وہ دیگر امور میں کرتے رہتے ہیں اور معلوم ہے کہ ہر دور اور ہر زمانے میں متعصب جاہلوں کی اکثریت رہی ہے جو عدل و انصاف سے بے بہرہ اور حق و باطل میں تمیز کرنے کی صلاحیت سے عاری ہوتے ہیں۔''

علامہ ابن عبداللہ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح ثابت ہو جانے کے بعد کسی کے قول کی کوئی حیثیت نہیں ہے یہ مقام صرف حدیث کا ہے اور اسے اختیار کر کے اس پر عمل کیا جائے ہر مسلمان کا شیوہ یہی ہونا چاہیے اور نہ ہی کتاب و سنت کی نصوص کا عقلی احتمالات یا نفسانی خیالات سے معارضہ کرنا چاہیے جیسا کہ کہا جاتا ہے ممکن ہے اس حدیث کا مجتہد صاحب کو علم ہو لیکن اس میں انہیں کوئی قادح علت نظر آتی ہو یا ان کے پاس ضرور کوئی اور دلیل ہوگی دیگر جس قسم کی باتیں تمام فرقہ پرست ''فقہاء'' کرتے ہیں اور جاہل مقلدین ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

السنة ما سنة الله ورسوله صلى الله عليه وسلم لا تجعلوا خطأ الراى سنة للامة ۔

سنت وہ ہے جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا ہے اپنے فہم کی لغزش کو امت کے لیے سنت قرار نہ دو۔

اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر رحمتیں نازل فرمائے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں ایسا وقوع پذیر ہونے کے متعلق بذریعہ الہام بتایا گیا[۲] اور انہوں نے اس پر امت کو متنبہ فرمایا۔ چنانچہ ہم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کررہے ہیں کہ کتنی ہی کتاب اللہ کے بالکل متصادم اور سنت کی یکسر مخالف آراء کو سنت کا مقام دے دیا گیا ہے بلکہ انہیں کو اصل دین سمجھتے ہیں اور اختلاف کی صورت میں اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اسے مسلک کا نام دیتے ہیں۔

اللہ کی قسم یہ زبردست فتنہ اور مصیبت ہے تعصب اور ضد کی بیماری جس میں مسلمان مبتلا ہوکر رہ گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

عليك باثار من السلف وان رفضك الناس و اياك وآراء الرجال وان زخرفوا لك القول۔

سلف کے آثار پر کاربند رہو خواہ لوگ تمہارا ساتھ بھی چھوڑ دیں۔ لوگوں کی آراء سے دور رہو خواہ کتنی بھی مزین اور خوشنما بنا کر پیش کی جارہی ہوں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے بلال ؒ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

لا تمنعوا النساءء حظورهن من المساجد اذا استاذنكم ۔ [۳]

عورتیں تم سے اجازت طلب کریں تو انہیں مسجد میں جانے کے حق سے محروم نہ کرو۔

(بلال کہتے ہیں) میں نے کہا، میں تو اپنی اہلیہ کو منع کروں گا جس کا جی چاہے جانے دے'' میرا یہ جملہ سن کروہ (عبداللہ بن عمرؓ) میری جانب متوجہ ہوکر کہنے لگے: لعنك الله لعنك الله لعنك الله تسمعني اقول ان رسول الله صلى الله عليه و سلم امر ان لا يمنعن وقام مغضبًا ۔ تجھ پر اللہ کی لعنت ہو، تجھ پر اللہ کی لعنت ہو، تجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔ تم مجھ سے سن رہے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ عورتوں کو (مسجد جانے سے) نہ روکا جائے (اور تم پھر بھی کہتے ہو کہ میں نہیں جانے دوں گا) یہ کہتے ہوئے غصے سے اٹھ کر چل دیئے[۴] رضی اللہ عنہم اجمعین

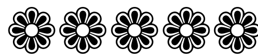
---

(۱): اورنوبت یہاں تک پہنچی کہ احادیث کو بھی تقسیم کرلیا گیا۔ حافظ زیلعیؒ جیسا منصف مزاج حنفی بھی ان احادیث کو جن پر حنفی علماء عمل نہیں کرتے۔ احادیث الخصوم (مخالفین کی احادیث) سے تعبیر کرتے ہیں کوئی صاحبِ ذوق اس تعبیر کی قساوت محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

(۲): حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لقد كان فيمن كان قبلكم من الامم ناس محدثون ميں غير ان يكونوا انبياء فان يكن فى امتى احدنا فانه عمر ۔ تم سے پہلی امتوں میں کچھ لوگ ہوئے ہیں جو نبی تو نہیں لیکن محدث تھے (یعنی انہیں الہام کیا جاتا تھا) اگر میری امت میں کوئی نبی ہے تو وہ عمر ہے (محدث کی تفسیر حدیث ہی میں وارد ہے)

(۳): متفق علیہ۔ مذکورہ الفاظ صحیح مسلم میں ہیں۔

(۴): صحیح مسلم میں ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے آخری دم تک اپنے اس بیٹے سے کلام نہیں کیا، لیکن مذہبیت کے زیر اثر فقہاء کی جسارت دیکھئے فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''ہدایہ'' میں ہے ویکرہ لھن حضور الجماعات یعنی عورتوں کا باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے جانا مکروہ ہے۔ العنایہ شرح الھدایہ میں متاخرین کے اجماع کو اس کی دلیل بنایا گیا ہے جو عذر بدتر از گناہ کی بہترین مثال ہے۔



امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب کتاب وسنت پر عمل کرنا ہے

روضة العلماء الزندويسية میں مولف الہدایۃ سے روایت منقول ہے:

امام ابوحنیفہ سے دریافت کیا گیا جب آپ کا کوئی قول ایسا ہو کہ کتاب اللہ اس کے خلاف ہو؟ (تو اس صورت میں ہم کیا کریں) امامؒ نے فرمایا کتاب اللہ کے ہوتے ہوئے میرا قول ترک کردو۔ پھر پوچھا گیا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت اس کے خلاف ہو تو (پھر اس صورت میں ہم کیا کریں) فرمایا: میرا قول چھوڑ دو اور حدیثِ رسول پر عمل کرو۔ پھر دریافت کیا گیا اگر صحابہ کا قول اس کے خلاف ہو تو پھر؟ اس پر بھی فرمایا: صحابہ رضی اللہ عنہم کے قول پر عمل کرو اور میرا قول چھوڑ دو۔

امام بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب میں ایک بات کہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے خلاف مروی ہو تو اس صورت میں صحیح حدیث پر عمل کرنا ہی حق ہے۔ اس صورت میں میری تقلید نہ کرو۔ [1]

امام الحرمین [2] نے اس امر کو امام شافعی سے بصراحت نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ: هذا لا خلاف فيه . اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

''الکافی'' میں ہے کہ اگر کوئی مجتہد مفتی ایک فتوی صادر کردے اور اس کے خلاف حدیث ثابت ہو جائے تو اس صورت میں حدیث پر عمل کرنا واجب ہوگا۔ اس لیے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام مفتی کے قول سے کمتر نہیں ہوسکتا۔ مفتی کا قول (عامی کے حق میں) دلیل شرعی ہوسکتا ہے تو فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بدرجہا اولیٰ ہے۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ اعلام الموقعین (۱/۷۷) میں فرماتے ہیں:

''امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب کا اس امر پر اجماع ہے کہ ضعیف حدیث بھی قیاس ورائے پر مقدم ہے اور اسی قاعدے پر امام کے مذہب کی بنیاد ہے۔''

لہٰذا جو شخص یہ کہتا ہے کہ اس پر حدیث کے مطابق عمل کرنا واجب نہیں یا اس کے لیے جائز نہیں تو ہم صرف یہی سمجھ سکتے ہیں کہ وہ محض ظن وتخمین کی بنا پر اللہ کی حجت ردّ کرنا چاہتا ہے ایسا کرنا مسلمان کے شان نہیں ہے۔

اگر کوئی یہ عذر پیش کرے کہ وہ حدیث کا مطلب نہیں سمجھ پاتا تو اس کا یہ عذر قطعًا ناقابل قبول ہے۔ اسے کیوں کر تسلیم کیا جاسکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو صرف اس لیے نازل فرمایا ہے کہ اس کے معنی ومطالب کو اچھی طرح سمجھا جائے اور اس کے مطابق عمل کیا جائے مزید برآں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ تمام انسانوں کے لیے اس کی تفسیر وتوضیح فرمادیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ ۔ ہم نے قرآن کو آپ پر اس لئے نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے لیے اس کلام کی تفسیر کردیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔ (النحل:۴۴)

لہٰذا یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام جو لوگوں کو سمجھانے کے لیے ہے سوائے فردِ واحد (امام) کے تمام انسانوں کے لیے ناقابل فہم ہے۔ مقلدین کے اس دعویٰ کو اگر تسلیم کرلیا جائے کہ گزشتہ کئی صدیوں سے دنیا میں کوئی مجتہد پیدا ہی نہیں ہوا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آج کی دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی توضیح کو سمجھنے والا سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔

اس طرح کی باتیں اوّل اوّل شاید ان لوگوں کی زبانی سے نکلی تھیں جو اپنے مسلک کا خلافِ کتاب وسنت ہونا عام لوگوں سے مخفی رکھنا چاہتے تھے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ذریعہ یہ تلاش کیا گیا کہ کتاب وسنت کا وہ فہم جس سے مسائل کا تعلق ہے ''مجتہدین'' تک محدود کردیا گیا اور اس کے بعد دنیا سے مجتہدین کے وجود ہی سے انکار کردیا گیا اور پھر اس قسم کے جملے عام ہوگئے۔ واللہ اعلم

شاید بعض لوگوں نے مجتہد کے وجود کو ناممکن اس لیے قرار دیا کہ کہیں کوئی کسی مسلک کے کتاب وسنت کے ظواہر سے مطابقت رکھنے والے مسائل کو ترجیح دے کر اختیار ہی نہ کرے کچھ لوگوں نے اس پر مزید اضافہ کردیا اور فتویٰ دے دیا کہ ایک مسلک کو چھوڑ کر دوسرا مسلک اپنانے اور تلفیق [3] ناجائز ہے تاکہ لوگوں کو مختلف

مسالک کے دلائل میں موازنہ کی کوئی صورت ہی نظر نہ آئے اور نہ کوئی اس کی خواہش رکھے اصحابِ بصیرت کے لیے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ایسی باتوں کی دینِ حنیف میں کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ ان میں سے بیشتر عقل ونقل دونوں کے مخالف ہیں اس کے باوجود کتنے ارباب علم ودانش ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے اس کے فرض ہونے کے باوصف روگرانی کرتے ہیں اور ثقہ راویوں کے صحیح سندوں کے واسطہ سے روایت کئے گئے فرامین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پرواہ نہیں کرتے اور پوری توجہ مذکورہ مذاہب کے اماموں کے اقوال پر مرکوز کئے رہتے ہیں جو ان کی کتابوں میں مروی ہیں جن کی صحت کا یہ عالم ہے کہ سرے سے سند کا ہی سراغ نہیں ملتا۔

بایں ہمہ ارباب مذاہب کی جسارت کا یہ حال ہے کہ جب کسی کو امام کے قول کے بالمقابل قرآن وحدیث کی طرف مائل دیکھتے ہیں تو فوراً اسے گمراہ اور بدعتی کے القاب دینے لگتے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

ہر مسلمان کا فرض تو بس یہ ہے کہ ثابت شدہ احادیث پر عمل کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنا خوفناک اور سنگین فعل ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ اَمْرِهِ اَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ ۔

رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی فتنہ میں گرفتار نہ ہوجائیں یا ان پر دردناک عذاب مسلط نہ ہوجائے۔
(النور:۶۳)

اعتماد کے قابل حدیث سامنے آجانے کے باوجود تقلید پر جمے رہنا مسلمان کا شیوہ نہیں ہے پھر بھی اگر کوئی اس پر ڈٹا رہتا ہے تو اس کی یہ حالت ان لوگوں سے کس قدر مشابہت رکھتی ہے جن کے متعلق قرآن کہتا ہے:

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِينَ اُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَّا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ ۔ (البقرہ:۱٤٥)

اے نبی! اگر تم ان اہل کتاب کو ہر ہر معجزہ بھی دکھا دو تو ممکن نہیں کہ تمہارے قبلہ کی پیروی کرنے لگیں۔

لہٰذا حدیث رسول پر عمل ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس کی راہ میں یہ چیز ہرگز رکاوٹ نہیں بننی چاہیے کہ وہ فلاں مکتبِ فکر سے منسلک ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ذی شان ہے۔

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ ۔

پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع پیدا ہوجائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔

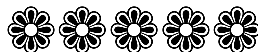
آپ کی طرف لوٹانے کا معنی یہ ہے باہم اختلاف کی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل کیا جائے۔ اب جبکہ ائمہ کرام کے مابین اختلاف رونما ہو چکا ہے لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عمل کرنا فرض ہے۔

---

(۱): سنن بیہقی۔

(۲): امام عبدالملک بن عبداللہ الجوینی۔ ابوالمعالی۔ متاخرین شافعیہ میں سب سے بڑے عالم سمجھے جاتے ہیں۔ تمام مکاتب فکر میں ان کا نام احترام سے لیا جاتا ہے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں برسوں درس وتدریس وافتاء میں مشغول رہے اور امام الحرمین کے لقب سے شہرت پائی۔ وفات ۴۷۸ھ

(۳): تلفیق کے دو مفہوم ہیں۔ ایک تو یہ کہ انسان ہر مذہب کی رخصتیں تلاش کرے اور اپنی خواہشات نفسانی کا پیرو ہوکر ان سے فائدہ اٹھاتا رہے۔ مثلاً مشروبات میں حنفیہ کا مذہب پسند کرے اور ماکولات میں مالکیہ کا یہ تلفیق بالاتفاق حرام ہے۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ کتاب وسنت اور ان کے علوم میں دسترس رکھنے والا شخص ہر مذہب کے ان مسائل پر عمل کرے جو کتاب وسنت کے قریب تر ہوں۔ یہ اتباع کے مترادف ہے اس مقام پر مولف کی مراد اسی سے ہے۔



جبکہ مجتہد کا قول درست بھی ہوسکتا ہے اور غلط بھی

تعجب خیز امر یہ ہے کہ مقلدین جانتے ہیں بلکہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مجتہد کا قول درست بھی ہوسکتا ہے اور اس میں غلطی کا امکان بھی ہے اس کے برعکس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے غلطی کا صدور ممکن ہی نہیں۔ اس سب کچھ کے باوجود یہ لوگ مجتہد کے قول پر اصرار کے ساتھ جم جاتے ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پسِ پشت ڈال دیتے ہیں۔ کاش یہ لوگ امام کے اپنے اقوال پر ہی قائم رہتے لیکن ان کا رویہ تو یہ ہے کہ ہر کس و ناکس کی لکھی ہوئی باتوں پر سختی سے ڈٹ جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر تشہد (التحیات) میں انگشت شہادت کے ساتھ اشارہ کرنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے نیز تمام آئمہ مجتہدین بالعموم اور امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ سے بالخصوص ثابت ہے جیسا کہ مؤطا امام محمدؒ، امام طحاویؒ کی شرح معانی الآثار، فتح القدیر العنایۃ، عمدۃ القاری اور حنفی مسلک کی۔ دیگر معتبر کتابوں میں بصراحت مرکوز ہے لیکن اس کے باوجود ماوراء النہر کے جاہل حنفی خلاصہ کیدانی پر اعتماد کرتے ہوئے تشہد میں اشارہ کرنے کو حرام اور ممنوع قرار دیتے ہیں۔ (1)

ہم نے بہت سے افراد کو دیکھا جو متشرع اور عبادت گزار ہیں لیکن حدیث نبوی پر عمل کرنے کے معاملے میں تساہل سے کام لیتے اور اسے چنداں اہمیت نہیں دیتے بلکہ اپنی پوری توجہ مذہب کی کتابوں پر مذکور رکھتے ہیں سمجھتے ہیں کہ حدیث تو شاید بے کار اور بے فائدہ چیز ہے۔ درحقیقت یہ جہالت کا نتیجہ ہے۔

علامہ محمد حیات سندھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ قرآن واحادیث کے مطالب ومعانی کو جاننے، سمجھنے، ان کی تلاش وجستجو کرنے اور ان سے احکام استنباط کرنے کی کوشش کرے۔ وگرنہ (تعین کئے بغیر) علماء کی تقلید کرے۔ لیکن کسی ایک مذہب کا پابند نہ ہوکر رہ جائے اس لیے کہ یہ تو امام کو نبی بنانے کے مشابہ ہے اسے چاہیے کہ ہر مذہب کے اس قول پر عمل کرے جو احتیاط کے قریب ہو۔ بوقت ضرورت رخصتوں پر عمل کیا جاسکتا ہے لیکن مجبوری نہ ہو تو رخصت کی بجائے احتیاط پر عمل کرنا بہتر ہے۔ ہمارے زمانے کے لوگوں نے جو بات بنا رکھی ہے کہ مخصوص مذاہب کی پابندی ضروری ہے اور ایک مسلک کو چھوڑ کر دوسرے کو اختیار نہیں کیا جاسکتا تو یہ تمام چیزیں جہالت، بدعت اور ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں۔''

امام شافعی فرماتے ہیں: ''جو شخص کسی شئے کو حلال یا حرام قرار دینے میں کسی مخصوص امام کی تقلید کرتا ہو جب کہ صحیح حدیث سے اس کے خلاف ثابت ہو لیکن تقلید اس کے سنت پر عمل کرنے کے آڑے آجائے تو وہ شخص اپنے امام کو اللہ تعالیٰ کے سوا رب بنائے ہوئے ہے جو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حرام اور اس کی حرام کردہ چیز کو حلال کرتا ہے۔'' انا للہ وانا الیہ راجعون۔

انتہائی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ مقلدین کے سامنے جب کسی صحابی کا فتویٰ صحیح حدیث کے خلاف ہو اور اس کی کوئی تاویل بھی نہ ہوسکے تو بلا تکلف کہہ دیتے ہیں کہ ہوسکتا ہے صحابی تک یہ حدیث نہ پہنچی ہو اور یہ بات انہیں ذرا بھی گراں نہیں گزرتی اور یہ درست بھی ہے لیکن جب کوئی ایسی حدیث ان کے سامنے آتی ہے جس پر ان کے امام کا فتویٰ نہ ہو تو اس حدیث کی ہر ممکن طریقے سے تاویل کرنے میں پورا زور صرف کر دیتے ہیں بلکہ بسا اوقات تحریف تک کے مرتکب ہوتے ہیں اور جب کوئی معقول تاویل نہ بن پڑنے کی صورت میں ان سے کہہ دیا جائے کہ ممکن ہے کہ آپ کے امام صاحب کو یہ حدیث نہ پہنچی ہو تو یہ ان پر بڑا شاق گزرتا ہے۔ اور ایسا کہنے والے پر قیامت قائم کر دیتے ہیں۔ اور اس پر بدترین الزامات کی بوچھاڑ کر دیتے ہیں۔ ان بے چارے عقل کے ماروں کو دیکھئے صحابہ کے متعلق حدیث سے ناواقفیت کو باور کرتے ہیں لیکن اپنے آئمہ کے بارے میں یہی بات سننے پر آمادہ نہیں ہوتے حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان آئمہ کے مقام ومرتبہ میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ یہ لوگ کتب حدیث کا مطالعہ کرتے ہیں اور پڑھاتے بھی ہیں لیکن صرف ''تبرک'' کے لیے۔ انہیں سمجھنا اور ان کے مطابق عمل کرنا مقصود ہی نہیں ہوتا جب ایسی حدیث سامنے آتی ہے جو ان کے فقہی مسلک کے خلاف ہو تو اس کی تاویل کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ جب بات نہ بن آئے تو کہہ دیتے ہیں ہمارے امام کو حدیث کا علم ہم سے زیادہ تھا کیا وہ نہیں جانتے کہ وہ اپنی ان حرکتوں سے اپنے خلاف اللہ کی حجت قائم کررہے ہیں ان کی حالت یہ ہے کہ جب ان کی نگاہوں کے سامنے ان کے مذہب کے موافق حدیث گزرتی ہے تو ان کی باچھیں کھل جاتی ہیں لیکن ان کے مذہب کے مخالف حدیث سامنے آتی ہے تو ناک بھوں چڑھانے لگتے

ہیں۔ بشاشت عنقا ہو جاتی ہے اور اسے سننا بھی گوارا نہیں ہوتا باوجودیکہ اللہ تعالیٰ کا واضح فرمان ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔

(سورة النساء:٦٥)

سند بن عنان (۲) رحمۃ اللہ علیہ ''مدونہ''[۳] امام مالک کی شرح میں لکھتے ہیں:

''کوئی بھی صاحب ہوش وخرد خود کو تقلید محض کے بندھن میں باندھنا پسند نہیں کر سکتا۔ صرف مفقود العقل، ضدی اور احمق ہی ایسا کر سکتا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ تقلید ہر فرد پر حرام ہے بلکہ ہمارا موقف یہ ہے کہ علماء کے اقوال اور ان کے دلائل سے واقف ہونا ضروری ہے۔ عامی کے ذمہ تو کسی عالم کی تقلید (اتباع) ہی ہے تقلید کسی پر اعتماد کرتے ہوئے دلیل وحجت پر غور کیے بغیر اس کی بات کو مان لینے کا نام ہے اس سے علم بالکل حاصل نہیں ہوتا ۔ خود کو کسی معین شخص کے فہم کا پابند کر لینا فی نفسہ بدعت ہے۔ کیوں کہ ہمیں قطعی طور پر علم ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کے عہد میں یہ دستور نہ تھا وہ کتاب وسنت کی طرف رجوع کرتے تھے۔ صریح نص موجود نہ ہونے کی صورت میں باہمی تبادلہ افکار اور غور وخوص کے نتیجہ کی شکل میں سامنے آنے والی رائے پر عمل کرتے یہی طرزِ عمل تابعین کا تھا۔ اجماعی فیصلہ نہ ہونے کی صورت میں اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کر لیتے۔ پھر تیسرا دور شروع ہوا جس میں امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، اور امام احمد بن حنبلؒ جیسے سلف صالحین کا تھا۔ ان کے زمانہ میں بھی صرف ایک ہی شخص کی فقہ کو پڑھنے پڑھانے پر انحصار کرنے کا دستور نہ تھا۔ تقریباً یہی صورت حال ان کے ارشد تلامذہ کے دور میں رہی۔ چنانچہ امام مالکؒ وامام ابوحنیفہؒ وغیرہما کے اصحاب (تلامذہ) نے کتنے ہی مسائل میں ان کی مخالف رائے اختیار کی۔''

اہل تقلید پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ کس بنیاد پر اس روش کو قدیم باور کرتے ہیں جب کہ ثابت شدہ حقیقت یہ ہے کہ تقلید، ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے دوصد سال بعد شروع ہوئی جب کہ وہ ادوار گزر چکے تھے جن کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم کہہ کر توصیف فرمائی تھی۔

علامہ سندھیؒ نے معین شخص کی تقلید اور اس کی رائے کو کتاب وسنت کے مخالف ہوتے ہوئے بھی دین ومذہب کا درجہ دے کر حرز جان بنائے رکھنے کی بجا طور پر مذمت کی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ تقلید قبیح بدعت اور انتہائی مکروہ خصلت ہے جسے ابلیس لعین نے مسلمانوں کے اتفاق واتحاد کو پارہ پارہ کرنے اور ان میں پھوٹ ڈالنے اور ان میں باہمی بغض وعداوت پیدا کرنے کے لیے حربہ کے طور پر استعمال کیا۔ اسی تقلید کی کارستانی ہے کہ مقلدین اپنے امام کی ایسی تعظیم کرتے ہیں کہ ویسی تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ کی بھی نہیں کرتے۔ اپنے مسلک کے موافق کوئی حدیث مل جائے تو خوشی سے نہیں پھولے سماتے اور اسے فوراً (بلا تحقیق سند وصحت) قبول کرتے ہیں اور اگر کوئی صحیح غیر منسوخ حدیث سامنے آ جائے جس کی مخالف بھی کوئی صحیح حدیث نہیں ہوتی لیکن اس سے دوسرے مذہب کے امام کے موقف کی تائید ہوتی ہو تو اس میں دور دراز احتمالات اور دور از کار تاویلات کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔ اس سے بچ نکلنے کی راہیں تلاش کرتے اور اس کا معارضہ کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں اور نص صریح نیز صحابہ وتابعین کے آثار کے مخالف ہونے کے باوجود اپنے امام کے مسلک کو ترجیح دینے کی کوئی صورت ڈھونڈنے میں مصروف رہتے ہیں اور اگر حدیث کی کسی کتاب کی شرح لکھنے بیٹھتے ہیں تو اپنے مسلک کی مخالف ہر ہر حدیث کی تحریف کر ڈالتے ہیں اور کسی طرح بات بن نہ پڑے تو اسے بلا کسی دلیل کے منسوخ قرار دے دیتے ہیں یا یہ کہ چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے یا یہ کہ اس حدیث پر کسی کا عمل نہیں ہے۔[۴]

جامد مقلدین نے اپنا دین ومذہب اسی کو بنا رکھا ہے اور اس پر سختی سے کاربند رہتے ہیں کہ اگر آپ اس کے خلاف قرآن وسنت میں سے ہزار دلیل بھی پیش کر دیں تب بھی اس پر کان دھرنے کو آمادہ نہ ہوں گے سننا تو درکنار كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُسْتَنْفِرَةٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ گویا گدھے ہیں کہ بدک رہے ہیں۔ شیر کے ڈر سے بھاگ رہے ہیں (سورۃ المدثر:۵۰-۵۱) کی مثال پیش کرتے ہوئے دور بھاگتے ہیں۔ مثلاً حرمین شریفین کے جوار میں بسے ہوئے بیشتر اہل بخارا اور اسی طرح ہندوستانیوں اور ترکیوں کی حالت یہ ہے کہ ہاتھوں میں تسبیح لگائے (کبھی گلے میں ڈال لیتے ہیں) اور سروں پر گنبد نما عمامے سجائے رکھتے ہیں۔ دلائل الخیرات[۵] ختم خواجہ بلکہ قصیدہ بردہ غیرہ کا ورد بھی ثواب سمجھ کر کرتے ہیں لیکن تشہد میں انگشت شہادت سے اشارہ نہیں کرتے۔ ان سے متعدد مرتبہ پوچھ چکا ہوں کہ اشارہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل اور آئمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے اقوال سے ثابت ہونے کے باوجود اور شیطان کے لئے آہنی ضرب[۶] سے بھی شدید تر ہونے کے

باوصف تم اشارہ کیوں نہیں کرتے ۔ان کے معقول ترین شخص کا جواب یہی رہا کہ ہم لوگ حنفی مذہب کے پیرو ہیں اور ہمارے مذہب کے مطابق یہ جائز نہیں بلکہ حرام ہے میں نے موطا امام محمد، طحاوی کی شرح معانی الآثار اور کمال ابن ھمام کی فتح القدیر وغیرہ کتابیں دکھائیں تو ارشاد ہوا یہ متقدمین کا قول ہے متاخرین نے اس سے منع کر دیا اور اسے متروک اقرار دیا ہے لہٰذا اب یہ منسوخ ہو چکا ہے جیسا کہ مسعودی کی کتاب الصلوٰۃ اور کیدانی کی خلاصہ میں ہے اس طرح وہ اس سنت کے ترک کرنے ہی پر ڈٹے رہے جاہل لوگ اس قسم کے مکار اور معاندین حق وحقیقت کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہیں انہیں نیک اور ''پہنچے ہوئے'' بزرگ سمجھتے ہیں ۔وہ پہنچے ہوئے تو ہیں لیکن صرف شیطان تک ۔انا للہ وانا الیہ راجعون

ابوالقاسم قشیری (۷) رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ہم طالبین حق کا فرض ہے کہ اس ہستی کی اقتدا کریں جس سے غلطی کا صدور ممکن ہی نہیں اور ان لوگوں کی تقلید سے باز آجائیں جن سے غلطی ہوسکتی ہے ۔لہٰذا ہمیں چاہیے کہ آئمہ سے منقول آراء کو کتاب وسنت کی کسوٹی پر پرکھیں ۔جو اس معیار پر پورا اتریں اس کو قبول کریں اور جو رائے اس معیار پر پوری نہ اترے اسے ترک کر دیں ۔شارع علیہ السلام کی اتباع کا فرض ہونا تو نصوص سے ثابت ہے ۔جب کہ فقہاء کے اقوال اور صوفیاء کے اعمال کی اتباع پر کوئی دلیل نہیں ہے ۔بلکہ انہیں کتاب وسنت پر پیش کرنا ضروری ہے ۔کس قدر خسارے میں ہیں وہ لوگ جو دلائل سے اعراض کرتے ہیں اور ایسے امور میں اپنے امام کی تقلید پر ڈٹے رہتے ہیں کہ جن میں ان کے مذہب کی رو سے بھی تقلید جائز نہیں ۔اس لیے کہ شرعی دلائل فقہا کے اقوال اور صوفیاء کی تعلیمات سبھی ایسے شخص کی مذمت کرتے ہیں جو تقلید جامد پر اڑے رہے اور ایسے شخص کی مدحت وتوصیف کرتے ہیں جو تحقیق کی راہ اختیار کرتا ہے اور اشتباہ کی صورت میں توقف واحتیاط سے کام لیتا ہے ۔''

''جو شخص کسی امام کی تقلید کرے اور یہ واضح ہو جانے کے باوجود کہ اس کے امام کا قول کتاب وسنت یا اجماع ،یا قیاس جلی کے خلاف ہے، تقلید پر مصر رہے تو ایسے شخص کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کہ وہ فلاں امام کی اقتداء وتقلید کرتا ہے وہ تو صرف اپنی خواہشات نفسانی اور عصبیت کا پیرو ہے ۔سب آئمہ اس کے فعل سے بری الذمہ ہیں اس کی اپنے امام کے ساتھ وہی نسبت ہے جو اہل کتاب کے منحرف علماء کو اپنے انبیاء سے تھی اس لیے کہ ہر امام نے اپنے تلامذہ کو شرعی اصولوں کی خلاف ورزی کرنے سے منع کیا ہے ۔''

لہٰذا ایسے شخص کا ائمہ سے اور ائمہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں ۔اس کے اپنی خواہشات کا غلام ، بدعت کا پرستار ، گمراہ ، اور گمراہ کن ہونے میں کوئی صاحب ایمان شک نہیں کرسکتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والا صفات کے سوا حق کسی بھی ہستی میں محصور نہیں ہے حق صرف وہ ہے جسے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اس لئے جب بھی کوئی منصف مزاج غور وفکر کرے گا تو یہ حقیقت اس پر منکشف ہوئے بغیر نہیں رہے گی کہ دلیل پر نظر ڈالے بغیر کسی ایک امام کی اندھی تقلید محض جہالت اور فتنہ ہے بلکہ ہوا وہوس اور عصبیت کے سوا کچھ بھی نہیں ۔تمام ائمہ مجتہدین اس کے خلاف ہیں کیوں کہ ان میں سے ہر ایک سے اندھی تقلید کی مذمت اور ابطال ثابت ہے لہٰذا جو شخص دلیل کی پیروی کرے گا وہ اپنے امام اور دیگر ائمہ کا متبع ہوگا اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری سے بھی مشرف ہوگا اور اپنے امام کے مذہب سے بھی خارج تصور نہیں ہوگا البتہ اگر دلیل کی مخالفت کرتے ہوئے تقلید پر اڑ جائے گا تو اپنے مذہب بلکہ تمام ائمہ کے مذہب سے خارج ہو جائے گا ۔کیوں کہ اس کے امام کو اگر صحیح اور مخالف روایت سے محفوظ حدیث مل جاتی تو وہ اپنی رائے چھوڑ کر حدیث پر عمل کرتے ۔لہٰذا اس صورت میں تقلید پر مصر رہنے والا شخص اللہ تعالیٰ ،اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان اور اپنی خواہشات کا غلام ہے ائمہ سے اس کا رشتہ منقطع ہو چکا ۔وہ شیطان کی جماعت کا رکن ہے اس کا دل نور ایمان سے محروم ہو چکا ہے ۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوَاهُ وَأَضَلَّـهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيْهِ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ أَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۔ (الجاثیہ:۲۳)

بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے (اور باوجود جاننے بوجھنے کے گمراہ ہو رہا ہے) تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو گمراہ کر دیا اس کے کانوں اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ۔اب اللہ کے سوا کون راہ پر لا سکتا ہے بھلا تم کیوں نصیحت نہیں پکڑتے ۔

اللہ ہم سب کو راہ ہدایت معلوم ہو جانے کے بعد گمراہ ہو جانے سے بچائے۔ آمین

ربیع بن سلیمان الجیزی [۸] بیان کرتے ہیں:

''کہ ایک شخص نے امام شافعی سے کوئی مسئلہ دریافت کیا۔امام نے جواب دیا اس مسئلہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں ثابت ہے۔اس پر سائل نے دوبارہ پوچھا آپ بھی قائل ہیں؟

اتنا سنا تھا کہ امام شافعی پر لرزہ طاری ہو گیا۔رنگ زرد پڑ گیا اور فرمایا:

ویحك ای ارض تقلنی وای سماء تظلنی اذا رویت لرسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم شیئا ولم اقل به ۔نعم علی الراس والعین

افسوس ہے تم کون سی زمین مجھے اٹھائے گی کون سا آسمان مجھ کو سایہ دے گا اگر میں خود ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کروں اور اس پھر اس کے مطابق فتویٰ نہ دوں۔ہاں یہی میرا فتوی ہے۔فرمان رسولؐ میری سر آنکھوں پر۔اس جملہ کو آپ نے کئی بار دہرایا۔ [۹]

حمیدی کی روایت میں کہ امام شافعی نے فرمایا:

کیا تم نے مجھے زنار پہنے دیکھ رہے ہو؟ کیا میں گرجا گھر سے نکلا ہوں؟ میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے اور تم پوچھتے ہو تمہاری بھی رائے ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث روایت تو کروں لیکن اس کے مطابق فتویٰ نہ دوں؟ [۱۰]

واضح رہے کہ انسانوں میں سے بیشتر خائب وخاسر رہنے والے ہیں۔کامیابی سے ہمکنار ہونے والے خوش نصیب تعداد میں کم ہی ہیں،لہٰذا جو کوئی اپنے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہے کہ وہ کس گروہ میں سے ہے تو اسے چاہیے کہ خود کو کتاب وسنت کے آئینے میں دیکھے اگر اس معیار پر پورا اترے تو امید رکھے کہ وہ کامیاب وکامران ہو گا۔لیکن اگر اس راہ سے ہٹا ہوا ہے تو حسرت ناک خسارہ اس کا مقدر ہے۔اللہ تعالیٰ نے نفع پانے والوں کے اوصاف قرآن حکیم میں بیان فرمادیئے ہیں۔چنانچہ سورۃ العصر میں زمانے کی قسم کے ساتھ تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ تمام انسان گھاٹے میں ہیں سوائے ان لوگوں کے جن میں چار خصائل جمع ہوں۔جب تم دیکھو کوئی شخص ہوا میں اڑتا یا پانی پر چلتا اور امور غیبیہ کی خبریں دیتا ہے لیکن بغیر کسی شرعی جواز کے محرمات کا مرتکب ہوتا ہے اور شریعت کی واجبات کو بغیر عذر شرعی ترک کرتا ہے تو ایسا انسان حقیقت میں شیطان ہے کے ذریعہ اللہ تعالیٰ جاہلوں کا امتحان لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ گمراہی کے اسباب سے یہ کچھ بعید بھی نہیں چنانچہ شیطان انسان کے خون کے ساتھ گردش کرتا ہے اور مسیح دجال زندہ کو مارنے اور مردے کو زندہ کرنے کا مظاہرہ کرے گا اور بارش برسا کر دکھائے گا۔اس طرح وہ لوگ بھی آزمائش کا سامان ہیں جو سانپ نگلتے اور شعلوں پر ٹہلنے کے شعبدے دکھاتے ہیں۔

شعرانی [۱۱] اپنی تالیف ''المیزان'' میں لکھتے ہیں:

''امام ابوداوٗدؒ (صاحب سنن) کہتے ہیں میں نے امام احمدؒ سے دریافت کیا کہ امام اوزاعیؒ کی اتباع کروں یا امام مالکؒ کی؟ فرمایا دین کے معاملہ میں ان سے کسی ایک کا قلادہ اپنے گلے میں نہ ڈالو۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے جو ثابت ہوا اسی پر عمل کرو۔ان کے بعد تابعین کا مرتبہ ہے لیکن ان کے سلسلے میں اختیار ہے [۱۲] نیز فرمایا: نہ میری تقلید کرو نہ امام مالکؒ، ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، اوزاعیؒ اور سفیان ثوریؒ کی۔بلکہ اپنا ماخذ اسے بناؤ جوان سب کا ماخذ ہے۔انسان کے لیے یہ نادانی اور کم عقلی کی بات ہے کہ (غیر معصوم) لوگوں کا مقلد بن جائے۔ [۱۳]

علامہ ابن جوزیؒ، اپنی مشہور کتاب ''تلبیس ابلیس'' میں فرماتے ہیں:

تقلید کرنا عقل کو معطل وبیکار کر دینے اور اس کے فوائد کو ختم کرنے کا ذریعہ ہے اس لیے کہ عقل کا کام ہی غور وفکر کرنا ہے اگر کسی کو چراغ دیا جائے تو یہ کس قدر ناپسندیدہ حرکت ہوگی کہ وہ شخص چراغ بجھا دے اور اندھیرے میں چلنے کو ترجیح دے۔ [۱۴]

---

(۱): احناف میں خلاصۂ کیدانی کی مقبولیت کا اندازہ مدارس کے طلباء میں زبان زد عام شعر سے لگایا جا سکتا ہے ؎ تو طریق نماز کے دانی ☆ تو نہ خواندی خلاصہ کیدانی ،خلاصہ کیدانی کا مطالعہ نہیں کروگے تو تمہیں نماز کا طریقہ کیسے معلوم ہوگا۔

(۲): سند بن عنان بن ابراہیم الازدی۔فقہ ومناظرہ میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔الطراز کے نام سے مشہور ''مدونہ'' کی شرح لکھی ۵۴۱ھ میں اسکندریہ میں وفات پائی۔

(۳): امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی کا مجموعہ ہے جسے ان کے تلمیذ سحنون نے مرتب کیا۔

(۴): مقلدین سے جب کوئی جواب نہ بن پڑے تو یہ کہہ کر خود کو تسلی دے لیتے ہیں کہ اس مسئلہ میں زمانہ سلف سے اختلاف چلا آتا ہے (ملاحظہ ہو حنفی صراط مستقیم تالیف مولانا یوسف۔۔۔) اور یہ بھول جاتے ہیں اختلاف رونما ہونے کی صورت میں اہل ایمان کو قرآن نے حکم دیا ہے کہ فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللّٰہ والرسول اسی طرح حدیث کے جواب میں عام طرز عمل کا حوالہ اس سے بھی عجیب ہے عمل کو حدیث کے مطابق ہونا چاہئے نہ کہ حدیث کو عمل کے وما ارسلنا من رسول الالیطاع الا باذن اللّٰہ (النساء) لاہور کے ایک حنفی نے اسی عمل کے سہارے آٹھ رکعت تراویح کو بدعت قرار دے دیا تھا۔

(۵): بدعی بلکہ مشرکانہ اوراد و وظائف پر مشتمل ایک متداول کتاب۔

(۶): حدیث لھی اشد علیٰ الشیطان من الحدید یعنی السبابة (مسند احمد من ابن عمرؓ) انگشت شہادت کا اشارہ شیطان کے لیے آہنی ضرب سے بھی سخت تر ہے کی طرف اشارہ ہے۔

(۷): عبدالکریم بن ھوازن بن عبدالملک زین الدین کے لقب سے مشہور تھے۔ امام حاکم اور امام بیہقی سے حدیث کا سماع کیا۔ حج کے لئے گئے تھے تو حرم میں عالم اسلام کے پانچ سو جید عالم موجود تھے حرم میں وعظ ارشاد کے لئے سب نے آپ کا نام تجویز کیا۔ وفات نیساپور۔ ۵۶۰ھ

(۸): ابو محمد الأزدی۔ فقیہ و محدث تھے۔ امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام طحاوی نے ان سے روایت کی ہے۔ ۲۰۶ھ میں وفات پائی۔ واضح رہے کہ، یہ ربیع بن سلیمان المرادی کے علاوہ ہیں جو امام شافعی کی کتابوں کے راوی ہیں۔ یہ جیزی۔ نسبت سے مشہور ہیں اور وہ 'مرادی' سے۔

(۹): حلیۃ الاولیاء ۹/ ۱۰۶، مناقب الشافعی بیہقی ۱/ ۴۷۵۔

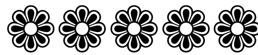
(۱۰): الفقیہ والمتفقہ للخطیب البغدادی، مناقب الشافعی ۱/ ۴۷۴

(۱۱): عبدالوہاب بن احمد الانصاری الشعرانی۔ حدیث، فقہ، اور اصول میں ید طولیٰ رکھتے تھے تصوف میں بلند مقام کے حامل تھے ۹۷۳ھ میں وفات پائی۔

(۱۲): یعنی ان کے اقوال کی حیثیت قولِ صحابی کی نہیں۔

(۱۳): مسائل الامام احمد ص ۲۷۷۔

(۱۴): تلبیس ابلیس ص ۸۔



مقلد کا یہ کام نہیں اندھا کیا جانے لالے کی بہار

یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ کسی مجتہد کا اجتہاد اور اس کی رائے حکم الٰہی نہیں ہوتا۔ وگرنہ امام ابو یوسف وامام محمد رحمہما اللہ کے لیے ہرگز جائز نہ ہوتا کہ وہ امام ابوحنیفہؒ کے اجتہاد ورائے سے اختلاف کی جراءت کریں۔ اسی لیے تو امام ابوحنیفہؒ کہا کرتے تھے:

ھذا رای فمن جاء بخیر منه قبلته ۔

یہ میری رائے ہے کوئی اس سے بہتر رائے پیش کردے تو میں اسے اختیار کرلوں گا۔

تمام آئمہ رحمہم اللہ نے بیک زبان کہا ہو کہ:

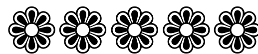
''یہ ہمارا اجتہادی فیصلہ ہے جو اسے قبول کرنا چاہے قبول کرلے اور جو رد کرنا چاہے رد کرڈالے۔''

جو لوگ تمام آئمہ کو چھوڑ کر صرف ایک امام کی تقلید کرتے ہیں میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ تمہارے امام میں کون سے خصوصیت ہے کہ جس کی بنا پر وہ دوسرے آئمہ کی نسبت تقلید کے زیادہ حق دار ہوگئے ہیں۔ اگر اس کے جواب میں وہ کہیں کہ ہمارے امام اپنے ہمعصروں میں سب سے بڑے عالم تھے اور فضل وکمال میں اپنے سے پہلے لوگوں پر بھی فوقیت رکھتے تھے تو ان سے دریافت کروں گا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہی سب سے بڑے عالم تھے۔ عالم نہ ہونے کا اقرار کرتے ہوئے آپ یہ فیصلہ کیوں کر صادر فرما سکتے ہیں، یہ موازنہ تو وہی شخص کرسکتا ہے جو علماء کے اقوال اور ان کے دلائل سے واقف ہو۔ ان میں سے راجح اور مرجوح کو بھی جانتا ہو۔

مقلد کا یہ کام نہیں اندھا کیا جانے لالے کی بہار

پھر اگر تقلید سب سے بڑے عالم ہی کرنا ہے تو کیا ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم تمہارے امام سے بڑے عالم ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع نہیں ہے؟

ان مقلدین سے کوئی پوچھے کہ ان آئمہ کے پیدا ہونے سے پہلے لوگوں کا طریقہ کار کیا تھا؟ کہ جن کے اقوال کو تم شارع کی نصوص کا مقام دیتے ہو۔ کاش تم اس پر بھی اکتفا کرلیتے۔ مگر افسوس! کہ تم لوگوں نے آئمہ کی آراء کو فرمودات نبوی سے بھی زیادہ اتباع کا حق دار سمجھا۔ بھلا یہ تو فرمائیے کہ ان آئمہ کے پیدا ہونے سے پہلے لوگ ہدایت پر تھے یا گمراہ تھے؟ یقیناً انہیں اقرار کرنے کے سوا چارۂ کار نہیں ہوگا کہ وہ ہدایت پر تھے یہ اقرار کرلینے کے بعد ان سے پوچھا جائے گا کہ ان کا طریقہ کتاب وسنت اور آثار صحابہ کی پیروی کے سوا کیا تھا؟ کیا وہ کتاب وسنت اور آثار صحابہ کو ان کی مخالف ہر چیز پر مقدم نہیں سمجھتے تھے؟ کیا وہ فلاں وفلاں کے آراء واقوال کی بجائے کتاب وسنت کو حکم اور فیصل نہ مانتے تھے؟ اگر راہِ ہدایت یہی ہے تو اسے چھوڑ کر کوئی اور راہ اختیار کرنا ضلالت وگمراہی نہیں تو اور کیا ہے؟ فما ذا بعد الحق الا الضلال۔



ہدایت کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟

یہ کوئی مخفی راز نہیں ہے کہ مقلدین کا ہر فرقہ تمام صحابہؓ، تابعین، اور علماء امت کو۔سوائے اپنے امام کے جس کی وہ تقلید کرتا ہو۔ان کے عظیم مقام کے برعکس ایسے شخص کے برابر رکھتے ہیں۔جس کے فتویٰ کی نہ کوئی اہمیت ہے نہ اس کی رائے کا وزن ان کے اقوال کو صرف اس وقت قابل ذکر سمجھا جاتا ہے جب وہ ان کے امام کے قول کے خلاف ہوں اور ان کی تردید کی ضرورت پیش آئے۔حتیٰ کہ اگر قرآن کی کوئی آیت یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث بھی ان کے امام کے قول کے مخالف ہو تو اس آیت یا حدیث میں تاویل کر کے انہیں ان کے اصل مفہوم سے دور نکال دیتے ہیں اور اپنے امام کے قول کو صحیح ثابت کرنے میں کوئی بھی ممکن کوشش اٹھا نہیں رکھتے۔ان کی تعصب پروری کی بیخ کنی کرنے والی بدعات وخرافات کا شکوہ بس اللہ تعالیٰ ہی سے کیا جاسکتا ہے۔اگر اللہ تعالیٰ دین اسلام کی حفاظت کا ضامن نہ ہوتا اور یہ انتظام نہ فرمایا ہوتا کہ اس امت میں دین کی صحیح تصویر پیش کرنے والے اور ہر حملے سے اس کا دفاع کرنے والے پیدا ہوتے رہیں گے تو قصر اسلام کب کا منہدم ہو کر کھنڈر بن چکا ہوتا۔

اس شخص سے بڑھ کر کون بے ادب وگستاخ ہوگا جو صحابہ کرام تابعین عظام اور تمام علماء امت کے کسی قول کو لائق التفات ہی نہ سمجھے ماسوائے اس ایک شخص کے جسے اس نے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ کر اپنا رازدار ودمساز دوست بنا رکھا ہے۔

اہل تقلید کا گروہ بلاشبہ، اللہ تعالیٰ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اپنے اماموں کے طریقہ کار کی خلاف ورزی کا ارتکاب کر رہا ہے۔انہوں نے اہل علم کا راستہ اختیار نہیں کیا بلکہ ان ناخلفوں نے تو اسلاف کے طریقہ کو یکسر الٹ ڈالا ہے اور دین کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے، کتاب اللہ، احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ کے خلفاء ودیگر صحابہؓ کے تمام اقوال کو ناقابل اعتماد سمجھتے ہوئے انہیں اپنے اماموں کے اقوال کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں۔جو ان کے موافق ہو اس سر آنکھوں پر رکھتے ہیں اور اگر ان کے امام کے اقوال کے خلاف ہو تو رد کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ مخالفین کا استدلال ہے اور اسے قبول کرنے پر کسی بھی صورت میں آمادہ نہیں ہوتے بلکہ فضلائے کے مذاہب ہر حیلہ سے اس کی تردید کر کے ہی دم لیتے ہیں، یہی لوگ ہیں جنہوں نے دین کا بٹوارا کر کے مسلمانوں کو الگ الگ فرقوں میں تقسیم کر کے رکھ دیا ہے۔ہر فرقہ اپنے امام کی جا و بے جا حمایت کرتا ہے اپنے مسلک کی دعوت وتبلیغ میں مصروف ہے اور اپنے علاوہ تمام فرقوں کو برا بھلا کہہ رہا ہے۔دوسرے مسلک پر عمل کرنے کو ایسا سمجھتے ہیں کہ اسلام کے سوا کسی اور ہی شریعت کی بات ہے حالانکہ چاہیے یہ تھا کہ سب مسلمان مل کر ایک کلمہ پر متحد ہو جاتے یعنی پیغمبر اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کی اطاعت نہ کرتے اور اپنے جیسے انسانوں کو (ان کی غیر مشروط اطاعت کر کے انہیں) رب نہ بنا لیتے معلوم ہونا چاہیے کہ علماء کے اقوال وقیاسات تیمّم کے مانند ہیں جو صرف اسی وقت کیا جاسکتا ہے جب پانی میسر نہ ہو۔چنانچہ کتاب وسنت کی نصوص اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال موجود ہوں تو انہیں پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے انہیں نظر انداز کر کے علماء کے اقوال پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔لیکن پچھلے زمانے کے مقلدین ہیں کہ پانی کے وافر اور با آسانی دستیابی کے باوجود تیمّم پر مصر ہیں۔مقلدین کی بوالعجبی ملاحظہ ہو کہ اپنے آئمہ کے مقلدین میں سے بھی متاخرین کے قول پر تو عمل کرتے ہیں لیکن امام بخاریؒ، امام عبداللہ بن مبارکؒ، امام اوزاعیؒ، اور سفیان ثوریؒ جیسے جلیل القدر علماء کے اقوال وفتاویٰ کو لائق اعتناء نہیں سمجھتے بلکہ امام سعید بن مسیّبؒ، حسن بصریؒ، امام مالکؒ، اور امام ابوحنیفہؒ کے لائق اتباع اقوال کو چھوڑ دیتے ہیں اس سے بھی بڑھ کر ستم یہ ہے کہ مقلدین اپنے مسلک کے متاخرین علماء کے اقوال کو ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے فتووں پر ترجیح دیتے ہیں، اگر معاملہ متاخرین علماء کے اقوال کو صحابہ رضوان اللہ علیہم کے برابر ٹھہرانے تک محدود رہتا تو پھر بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں ان لوگوں کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔لیکن یہ بات تو سنگینی میں اس سے کہیں زیادہ بڑھی ہوئی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال پر عمل کرنا ممنوع اور صرف اپنے علماء کے اقوال پر عمل کرنا واجب قرار دیا جا رہا ہے معلوم نہیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کا کیا جواب دے سکیں گے؟

امت کے آخری حصہ کے لیے بھی رشد وہدایت کی راہ وہی ہے جس پر اسلاف امت گامزن تھے۔

امام مالک فرمایا کرتے تھے: لا يصلح آخر هذه الامة الا بما صلح به اولها۔

اس امت کے اخلاف بھی اسی طریقہ کو اپنا کر صلاح ورشد کی منزل سے ہمکنار ہو سکتے ہیں جس پر امت کے اسلاف گامزن تھے اور اس امر میں کوئی شک وشبہ کی

گنجائش ہی نہیں ہے کہ امت کے اولین وبہترین دور میں کتاب وسنت اور اجماع سلف کو مضبوطی سے تھاما جاتا تھا اور اب جب کہ مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ شریعت سے منہ موڑ کر ان چیزوں کی پیروی شروع کردی ہے جو ان کی دانست میں ان آئمہ کی خوشنودی کی موجب ہیں جنہیں ان لوگوں نے اللہ کا شریک بنا رکھا ہے اس حالت میں مسلمان اللہ تعالیٰ کی نصرت کے وعدوں سے محروم رہ جائیں تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہ ہوگی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے جس قدر اوصاف بیان فرمائے ہیں آج کے مسلمان ان سے دور جاچکے ہیں۔پہلی اور دوسری صدی ہجری میں اندھی تقلید کا نام تک نہ تھا اور نہ ہی وہ کام ہوتے تھے جو ہم آج کل کررہے ہیں۔آج اگر کوئی دانا وبینا آدمی یا ترقی یافتہ قوم دائرہ اسلام میں داخل ہوبھی جائے تو حیران رہ جائے گی۔اس سے یہ فیصلہ ہی نہ ہوپائے گا کہ کیا کرے۔اصول وفروع میں کون سے مذہب اور کون سی کتابوں پر اعتماد کرے اور ہمارے لیے اسے یہ یقین دلانا بہت ہی مشکل ہوجائے گا کہ باقی ادیان کے بالمقابل یہی دین صحیح ودرست ہے۔یا یہ تمام تر اختلافات کے باوصف یہ مذاہب درحقیقت ایک ہی ہیں۔جیسا کہ جاپان میں پیش آنے والے اس واقعہ میں ہوا۔اگر ہم قرآن کی بیان کردہ حدود پر ٹھہر جائیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو اپنالیں تو ہم باآسانی سمجھ سکیں گے کہ وہ سہولت وسماحت سے معمور شریعت کہ جس میں کوئی مشکل اور تنگی نہیں ہے کہ کس قدر عظیم نعمت ہے اور خالص دین حنیف کیا ہے کہ جو ہر قسم کے عیوب اور پیچیدگیوں سے مبرا ہے۔

جب ہم فقہاء کے اقوال اور ان کی گنجلک دیکھتے ہیں یا ان کے مابین اختلافات اور ان کے اسباب پر غور کرتے ہیں تو عجیب مخمصے کا شکار ہوجاتے ہیں کوئی کہتا ہے دلیل قوی ہے لیکن اس پر عمل نہیں کیا جاتا نہ ہی اس کے مطابق فتویٰ دیا جاتا ہے۔لیکن کیوں؟ اس لیے کہ فلاں کا قول ہے؟

اس طرح بے شمار لوگوں میں سے کہ جن میں سے اکثر حالاتِ زندگی سے بھی ہم واقف نہیں ہیں کسی ایک آدمی کا قول صحیح وثابت سنت کو ترک کردینے کیلئے کافی سمجھا جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہمارا دین اور اس کے حقیقی سرچشمہ سے رشتہ ہی منقطع ہوکر رہ گیا ہے۔

حالانکہ یہ قطعاً جائز نہیں کہ کوئی شخص عقائد وعبادات کے معاملے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کی طرف رجوع کرے اسی طرح ہم پر واجب ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کو حکم مانیں۔اس کے سوا کسی اور سے دینی احکام اخذ نہ کریں صرف ایسی صورت میں ہم موحد اور اطاعت وعبادت کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے والے بن سکیں جیسا کہ اس نے ہمیں اپنی کتاب میں حکم فرمایا ہے اور اس کی خلاف ورزی کرنے والا مشرکین میں شمار ہوگا اور اس کا انجام ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوا و رَأَوُالْعَذَابَ وَ تَقَطَّعَتْ بِھِمُ الْاَسْبَاب وَ قَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوا لَوْ اَنَّ لَنَا کَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْھُمْ کَمَا تَبَرَّءُ وا مِنَّا کَذٰلِکَ یُرِیْھِمُ اللّٰہُ اَعْمَالَھُم حَسَرَاتٍ عَلَیْھِمْ وَمَا ھُمْ بِخَارِجِیْنَ مِنَ النَّارِ۔ (البقرہ:۱۶۶-۱۶۷)

''اس دن پیشوا۔اپنے پیروؤں سے بیزاری ظاہر کریں گے اور دونوں گروہ عذاب الٰہی دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات منقطع ہوجائیں گے۔یہ حال دیکھ کر پیروی کرنے والے حسرت سے کہیں گے اے کاش ہمیں دنیا میں دوبارہ جانا نصیب ہوجائے کہ جس طرح یہ ہم سے لاتعلقی کا اظہار کررہے ہیں ہم بھی ان سے بیزاری کا مظاہرہ کرسکیں۔اس طرح اللہ تعالیٰ ان کے اعمال انہیں حسرتیں بنا کر دکھائے گا اور وہ دوزخ سے نکل نہیں سکیں گے۔''

یہ آیت مقلدین کو دین کے معاملے میں لوگوں کے اقوال کے ساتھ چمٹے رہنے پر اچھی طرح جھنجھوڑنے کے لیے کافی ہے۔وہ کسی زندہ کی تقلید کرتے ہیں یا کسی فوت شدہ بزرگ کی۔عقائد میں تقلید کا شکار ہوں یا عبادات میں۔یا حلال وحرام کے مسائل ہیں۔اس لئے کہ ان تمام امور میں اصل ماخذ اللہ اور اس کے رسول کے فرامین ہیں کسی دوسرے کی رائے یا قول کا کچھ اعتبار نہیں۔

اس وعید میں لوگوں کو گمراہ کرنے والے علماء لیڈر شامل ہیں۔البتہ ائمہ ھدی اس وعید کا مصداق بننے سے محفوظ ہیں کیوں کہ ان میں سے ہر ایک غیر اللہ کی عبادت اور دین کے مسائل میں وحی الٰہی کے سوا کسی بھی چیز پر اعتماد کرنے سے لوگوں کو منع کرتا رہا ہے۔

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ اس قسم کی تمام آیات کفار ومشرکین کے ساتھ خاص، میں بات تو صحیح ہے کہ یہ کفار کے ساتھ خاص ہیں لیکن یہ بھیانک غلطی ہوگئی اور ان

آیات ایسا مفہوم لے لیا جائے کہ جو مسلمانوں کو قرآن سے الگ تھلگ کر کے رکھ دے۔اس طرح وہ وعید پر مشتمل ہر آیت کا مخاطب یہود ونصاریٰ اور مشرکین کو قرار دینے لگے ہیں [1] یہی وجہ سے کہ آج کل کا مسلمان قرآن سے درس عبرت حاصل کرنے کی بجائے اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ کلمہ کے تقاضے پورے کئے بغیر اس کا محض زبان سے لا الہ الا اللہ کہہ دینا ہی آخرت میں نجات کے لئے کافی ہے حالانکہ بہت سے کفار ومنافقین بھی زبان سے یہ کلمہ ادا کرتے ہیں تو کیا ان کی نجات ہو جائے گی؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں شرک کی انواع واقسام اور کفار کے احوال وصفات کا ذکر محض اس لیے کیا ہے کہ اہل ایمان اس سے عبرت حاصل کریں تا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ روش اختیار کر کے تباہ و برباد ہو جائیں۔

لیکن تقلید کے سرپنچوں نے مسلمانوں اور ان کے رب کی نازل کردہ کتاب کے درمیان دیوار حائل کر دی ہے کہتے ہیں کہ قرآن سے براہِ راست رہنمائی حاصل کرنے کی استعداد رکھنے والے گزر چکے اب ان جیسے لوگ ناپید ہیں۔اور اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اس مرتبہ تک پہنچنے کے لئے جن اوصاف کی شرط ہے اب کسی میں جمع نہیں ہو سکتے اور اس کے لئے فلاں فلاں فن میں مہارت ضروری ہے۔حالانکہ سلف صالحین صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ دین کے سلسلہ میں کسی کے قول پر اس کی دلیل جانے بغیر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔تاہم بعد میں مقلد علماء نے ان پڑھ جاہل کے حق میں مفتی کے قول کو دلیل کا رتبہ دے دیا۔ان کے بعد ایسے ناخلف لوگوں کا دور آیا جو تقلید میں اس طرح غرق ہوئے کہ انہوں نے تمام لوگوں کے لیے قرآن وسنت سے کوئی حکم اخذ کرنا ممنوع قرار دے دیا۔اور کتاب وسنت کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنے والے کو گمراہ قرار دیا [2] اور یہ انتہائی درجہ کی بے توفیقی اور کھلا خسارہ ہے۔ بلکہ دین کے ساتھ عداوت کا مظاہرہ ہے۔اس پر طرہ یہ کہ لوگوں نے ان کی باتوں پر یقین کر لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سواء یہ علماء لوگوں کے معبود بن بیٹھے ہیں اور عنقریب آپس میں ایک دوسرے سے نفرت بیزاری ظاہر کریں گے جیسا کہ مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے۔

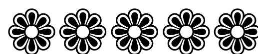
اس آیت کریمہ کی تفسیر میں میں نے ''البرھان الساطع فی تبرؤ المتبوع من التابع'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے جو اللہ تعالیٰ ں کی توفیق واعانت سے مصر میں طبع ہو چکا ہے۔ جسے مزید معلومات حاصل کرنا ہو اس رسالہ کی طرف رجوع کرے اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم کی رہنمائی فرمائے۔

---

(۱): حالانکہ قرآن اہل ایمان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا: وَالَّذِيْنَ هُمْ مِنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُوْنَ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُوْنٍ ۔اور جو لوگ اپنے پروردگار کے عذاب سے سہمے رہتے ہیں ۔بے شک ان کے رب کا عذاب ہی ایسا ہے کہ اس سے بے خوف نہ ہوا جائے۔(المعارج:۲۷-۲۸)۔یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب یہ آیت پڑھتے اِنَّ لَدَيْنَا اَنْكَالًا وَّ جَحِيْمًا وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا اَلِيْمًا ۔ کچھ شک نہیں کہ ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ ہے اور گلوگیر کھانا ہے اور درد دینے والا عذاب ہے۔تو ان کی چیخ نکل جاتی نیز وعظ وانذار میں کبھی تفہیم کی خاطر اور کبھی انجام کار سے خبردار کرنے کے لئے یہ اسلوب اختیار کرنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے عمل سے ثابت ہے چنانچہ ایک سفر میں کچھ لوگوں نے ''ذات انوط'' مقرر کر دینے کو کہا تو فرمایا۔اللہ اکبر انها السنن ۔قلتم والذی نفسی بیده کما قالت بنوا اسرائیل لموسیٰ اجعل لنا الها اللّٰہ اکبر ۔اللہ کی قسم تم نے وہی بات کہی جو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ اے موسیٰ! ہمارے لئے بھی ایسا ہی معبود بنا دے جیسا کہ ان لوگوں کے معبود ہیں۔حضرت موسیٰ نے کہا تم لوگ بڑے نادان ہو۔(ترمذی)

اسی طرح سنن بیہقی (۲۱۲/۱۰) میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گزر ایسے گروہ پر ہوا جو شطرنج کھیلنے میں محو تھا تو فرمایا: مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْ اَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُوْنَ ۔(الانبیاء) یہ کیا مورتیاں ہیں جن پر تم جھکے بیٹھے ہو؟ لہٰذا قرآن کے حوالوں سے شرک بدعت سے منع کئے جانے پر یہ کہنا کہ یہ آیات مشرکین وکفار کے لیے نازل ہوئی تھیں ۔مشہور قاعدہ العبرة بعموم اللفظ لا بخوص السبب ۔ اصل اعتبار لفظ کے عام ہونے کا ہے۔سبب کے خاص ہونے کا نہیں۔ سے بے خبری کا ثبوت ہی نہیں سنت وھدی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے بہرہ ہونے کا شاخسانہ ہے۔ونسال اللّٰہ التوفیق۔

(۲): شیخ احمد الصاوی مالکی متوفی ۱۲۴۱ھ جن کا حاشیہ جلالین احناف مقلدین کے ہاں بہت مقبول ہے۔سورۃ کہف کی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''مذاہب اربعہ کے سوا کسی مذہب کی تقلید جائز نہیں ہے خواہ وہ اقوال صحابہ یا سنت صحیحہ کے مطابق ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ اگر قرآن کی آیت کے بھی مطابق ہو تو بھی اس کی اتباع جائز نہیں ہے۔مذاہب اربعہ سے تجاوز کرنے والا خود گمراہی کا شکار اور دوسروں کا گمراہ کرنے والا ہے بہت ممکن ہے کہ یہ راستہ اسے کفر تک پہنچا دے۔کیوں کہ کتاب وسنت کے ظاہر پر عمل کرنا کفر کے بنیادی اصولوں میں سے ہے'' والعیاذ باللہ۔نقل کفر کفر نباشد



علامہ فخرالدین رازی دین وشریعت سے علماء کے انحراف کا مرثیہ کہتے ہیں

اب میں گزری ہوئی صدیوں میں رونما ہونے والے اس تغیر وتبدل اور انحراف کا ایک نمونہ پیش کرنا چاہتا ہوں جس کا میں نے اوپر ذکر کیا تھا۔

فخرالدین رازی اپنی تفسیر ''مفاتح الغیب'' میں آیت کریمہ:

اِتَّخِذُوٓا أَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَانَهُمۡ أَرۡبَابًا مِّن دُونِ اللّٰهِ ۔ (التوبۃ:۳۱) انہوں نے اپنے علماء ومشائخ کواللہ کے سوامعبود بنالیا کی تفسیر کے ضمن میں لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ مقلدین فقہاء کی ایک جماعت سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے بعض مسائل کے متعلق قرآن حکیم کی کئی آیات انہیں سنائیں۔ان کے مسالک ان آیات کے خلاف تھے لیکن وہ انہیں سن کر بھی ٹس سے مس نہیں ہوئے بلکہ حیران ہوکر میری جانب تکتے رہے۔گویا کہہ رہے ہوں کہ ان آیات کے ظاہری مفہوم پر عمل کیوں کر ممکن ہے جب کہ ہمارے ائمہ سے ان کے خلاف مروی ہے اگر آپ بہ نظر غائر دیکھیں گے تو محسوس کرلیں گے کہ یہ مہلک مرض دنیا میں بیشتر لوگوں میں سرایت کر چکا ہے۔'' [۱]

اس قسم کا واقعہ امام محی السنہ علامہ بغویؒ نے بھی اپنی تفسیر ''معالم التنزیل'' میں ذکر فرمایا ہے۔

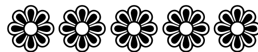
لہٰذا دورِ حاضر کے ان مسلمانوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو عقائد، عبادات اور حلال وحرام میں موروثی مذاہب کے پیشواؤں کی تقلید پر جمے ہوئے ہیں حالانکہ ان مذاہب کا ثبوت کسی قطعی الدلالۃ آیت یا متواتر سنت سے تو کجا کسی واضح مفہوم کی حدیث سے بھی نہیں ملتا۔ بلکہ اس کے برعکس وہ قرآن وسنت کی نصوص اور خود ان کے ائمہ کے اصول کے مخالف ہیں۔ بلکہ آج کے زمانہ میں تو ان سے بھی بدتر لوگ پائے جاتے ہیں جن کا تذکرہ فخرالدین رازی نے کیا ہے۔

علامہ رشید رضا مصری نے اپنی تفسیر ''المنار'' میں اس بات پر تنبیہ کی ہے۔[۲] میں نے اپنی تالیف ''اوضح البیان فی تفسیر ام القرآن'' میں اسے مکمل اور واضح طور پر بیان کیا ہے۔ جو مکہ مکرمہ سے ام القریٰ پریس سے چھپ کر شائع ہو چکی ہے لہٰذا اس کا مطالعہ ضرور فرمالیں۔

---

(۱): تفسیر رازی ۴/۴۳۱

(۲): علامہ رشید رضا فرماتے ہیں۔ مجھے ایک ہم عصر مدعی تصوف کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ اپنے ایک ملنے والے سے جو خرافات وبدعات میں اعتقاد نہیں رکھتا تھا۔ کہہ رہا تھا میرے معتقدین یہ سمجھتے ہیں کہ میں علم غیب رکھتا ہوں تو میں کیا کرسکتا ہوں؟ اس جعلی پیر کے متعلق مجھے دو افراد نے بتایا کہ اس کا ایک مرید حرم پاک میں نماز کی نیت باندھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ میں فلاں پیر کے لیے دو رکعت نماز کی نیت کرتا ہوں۔''تفسیر المنار'' ۱۰/۳۲۱۔



امام اعظم صرف رسول اکرم ﷺ ہیں اور کوئی نہیں

علامہ مرتضی زبیدی [۱] نے احیاء علوم الدین [۲] کی شرح میں لکھا ہے:

''مُقلّد [۳] درحقیقت صاحبِ شریعت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ آپؐ ہی کے فرامین واجب الاطاعت ہیں۔''

مزید کہتے ہیں:

''صحابہ رضی اللہ عنہم کی تقلید صرف اس لیے کی جاتی ہے کہ ان کا عمل دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا۔ ہمیں صرف آپ کے فرمان کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کی نہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

ما من احدٍ الا ویو کذ من علمه ویترك الا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ۔

ہر شخص کے علم میں سے بعض پر عمل کیا جاتا ہے اور بعض کو چھوڑا جا سکتا ہے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

عراقی نے اس اثر کے متعلق کہا ہے کہ اسے طبرانی نے ''المعجم الکبیر'' میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

مذہبی تقلید لاعلاج مرض اور بلائے بے درماں بن کر پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہے۔ کم ہی ایسے لوگ ملتے ہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کتابوں میں موجود آراء اور اپنے مشائخ کے اقوال پر ترجیح دیتے ہوں لیکن اللہ کا شکر ہے کہ آج ہم اپنے درمیان خالص موحدین کی ایک ایسی جماعت کو دیکھ رہے ہیں جو دعوت توحید، اللہ کی راہ میں جہاد کا حق ادا کر رہی ہے اور دغا بازوں، اوہام پرستوں اور مقلدوں کے خلاف مسلسل برسرپیکار ہے۔ توحید کی نشر و اشاعت کے لیے منظم و مربوط کوششیں کرنے کے لیے حجاز، مصر سوڈان اور عراق کے شہر سنجار میں کئی تنظیمیں تشکیل پا چکی ہیں۔

اے اللہ جب تک یہ تنظیمیں تیرے دین کی سربلندی کے لیے کوشاں ہیں ان کی نصرت فرما اور مزید توفیق سے نواز۔ آمین ثم آمین۔

نواب صدیق حسن خانؒ اپنی تفسیر ''فتح البیان فی مقاصد القرآن'' میں آیت کریمہ:

اِتَّخَذُوْا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ (التوبة: ۳۱)

انہوں نے اپنے علماء و مشائخ کو اللہ کے سوا معبود بنالیا کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ آیت قلب سلیم اور گوش نیوش رکھنے والے کو اللہ کے دین میں تقلید اور علماء کے اقوال کو کتاب وسنت کی نصوص پر فوقیت دینے سے باز رکھنے کے لئے کافی ہے اس لیے کہ مقلد کا نصوص اور اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ دلائل و براہین کے خلاف ہونے کے باوصف اپنے امام کے قول پر اصرار کرنا یہود ونصاریٰ کے عمل کی مانند ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور مذہبی پیشواؤں کو اپنا معبود بنالیا تھا۔ اس لیے کہ یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ یہود و نصاریٰ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ ان کی غیر مشروط اطاعت ہی کیا کرتے تھے (انبیاء نیز توراۃ وانجیل کی تصریحات سے قطع نظر) ان کی حلال کردہ اشیاء کو حلال اور ان کی حرام کردہ اشیاء کو حرام سمجھ لیتے تھے اور اس امت کے مقلدین کا طرز عمل بھی یہی ہے۔ دونوں کے طریقوں کے مابین۔ انڈے کی انڈے سے، کھجور کی کھجور سے اور پانی کی پانی کے ساتھ مشابہت سے بڑھ کر مماثلت پائی جاتی ہے۔

تو اے اللہ کے بندو! اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کا دم بھرنے والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ کتاب وسنت کو ایک طرف چھوڑتے ہوئے اپنے جیسے غیر معصوم افراد کی آراء پر جمے بیٹھے ہو جو تمہاری طرح کتاب وسنت کی فرمانبرداری کرنے کے مکلف اور ان کے معنی ومفہوم کے مطابق عمل کرنے کے پابند ہیں۔ لیکن تم نے ایسی آراء پر عمل کرنے کو ترجیح دی جو حق پر مبنی نہیں ہے اور جن کی تائید شرعی دلائل سے ممکن نہیں ہے۔ کتاب وسنت پکار پکار کر ان آراء کے خلاف شہادت دیتی ہے لیکن تم نے ان سے اپنے کانوں کو بہرہ، دلوں کو مقفل، عقلوں کو بیمار، دماغوں کو ماؤف اور ضمیروں کو مردہ کرلیا ہے اور اپنی زبان حال سے کہہ رہے ہو۔

وما انا الا من غزیة ان غوت غویت وان ترشد غزیة ارشد

(میں تو بس اپنی محبوبہ کے پیچھے ہوں اگر وہ گمراہی اختیار کرے گی تو میں گمراہ ہوں گا اور اگر وہ راہ ہدایت پر ہوگی تو میں بھی ہدایت پالوں گا)

اللہ تعالیٰ تمہیں اور مجھے ہدایت نصیب فرمائے۔ اپنے اسلاف (جو فانی مخلوق تھے) کی کتابیں چھوڑ وان کے بدلے اپنے اوران کے خالق، آقا ومولا اور معبود کی کتاب کو مضبوطی سے تھام لو۔ ان لوگوں کے اقوال وآراء چھوڑ دو جنہیں تم اپنا امام کہتے ہو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کو حرز جاں بناؤ جو تمہارے اور تمہارے اماموں کے امام ہیں۔ تمہارے اور تمہارے اماموں کے مقتدا ہیں

دعوا کل قول عند قول محمدٍ   فما آمن فی دینه کم خاطر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے ہوتے دوسروں کے قول وکردار کی طرف مت دیکھو پرامن راہ پر چلنے والا پرخطر راہ پر چلنے والے کی مانند نہیں ہے۔

اے پروردگار کہ تو گمراہوں کو ہدایت سے نوازتا ہے اور اندھیروں میں بھٹکنے والوں کو راہ راست دکھاتا ہے۔ حق وراستی کی طرف ہماری بھی رہنمائی فرما۔ اور ہمارے لیے طریق ہدایت کو واضح فرما۔

محکم اور قطعی الدلالۃ آیات سے ثابت ہو چکا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی شارع ہے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیغامبر ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنْ عَلَیْکَ اِلَّا الْبَلَاغ . آپ کے ذمہ تو صرف پہنچا دینا ہے۔ (الشوریٰ ۴۸)

وما علی الرسول الاالبلاغ . رسول کے ذمہ تو صرف تبلیغ ہے (المائدہ:۹۹)

فانما علیک البلاغ . آپ کے ذمہ پیغام پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔ (آل عمران:۲۰)

اس طرح قوی ترین دلالت یعنی حصر کے مختلف اسالیب کے ساتھ یہ حقیقت بیان کی گئی ہے۔

دین کے وہ ارکان جو صرف قرآن کی تصریحات اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے ہی ثابت ہو سکتے ہیں۔ تین ہیں:

۱۔ عقائد

۲۔ عبادات خواہ مطلق ہوں [۴] یا زمان ومکان یا تعداد واوصاف کے ساتھ مقید ہوں [۵]

۳۔ حرمت شرعی [۶]

اس کے علاوہ جو شرعی احکام ہیں نص کی عدم موجودگی کی صورت میں اجتہاد سے بھی ثابت ہو جاتے ہیں۔ ان کا مدار مصالح کے حصول اور مفاسد کے سد باب پر ہے اس لیے یہ بات اچھی طرح سمجھ لو۔ غفلت کا شکار نہ ہو جاؤ۔ اس سلسلے میں کتاب وسنت کی نصوص اور سلف صالح کے اعمال وارشادات وافر مقدار میں موجود ہیں۔

آئمہ اسلافؒ کے کلام کے یہ چند اقتباسات ہیں جو مشتے از خروارے کے طور پر پیش کئے گئے ہیں ان سے مقصود اپنی دعوت کے لیے پیش کئے گئے دلائل ونصوص کی تائید ہے۔ ہماری دعوت یہ ہے کہ:

: قرآن کو سمجھا اور اس پر عمل کیا جائے۔

: عبادات، اوراد وظائف میں صرف انہی دونوں پر اکتفا کیا جائے۔

: تکلف، جد اور مبالغہ آرائی کی روش ترک کر دیں اور کتاب وسنت کے سوا تمام (خود ساختہ) ماخذوں سے بے نیاز ہو جائیں۔

: تمام جھگڑے ختم کرنے کے بعد تمام مسلمانوں کی متحدہ قوت کو اسلام کے دفاع اس کی عزت وشوکت قائم کرنے، اہل اسلام کو غیروں کی غلامی اور ظلم واستبداد سے نجات دلانے کا فریضہ ادا کرنے کے لیے صرف کیا جائے۔

: امت مسلمہ کو بدعی اوراد وظائف میں مشغول کرنے سے یہ کہیں بہتر ہے کہ مسلمانوں کی قوت ودولت کو منظم اور آئینی طریقہ سے اللہ کی راہ میں کام میں لایا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دار فانی میں وہ صراطِ مستقیم اختیار کرنے کا حکم دیا ہے جس کی طرف رہنمائی کرنے کے لیے اس نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا

کتابیں نازل فرمائیں اور یہ بھی بتادیا کہ باغ بہشت تک لے جانے والا راستہ یہی ہے۔دنیا میں ہم جس قدر اس ''صراط'' پر ثابت قدم رہیں گے اسی قدر پل ''صراط'' پر ثابت قدم ہوں گے جوجہنم کے اوپر نصب کیا جائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَنَّ هٰـذا صِرَاطِی مُسۡتَقِیۡمًافَاتَّبِعُـوۡهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمۡ عَنۡ سَبِیۡلِهٖ ذَالِکُمۡ وَصّٰکُم بِهٖ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُون۔ (الانعام:۱۵۳)

اور یہ میرا سیدھا رستہ یہی ہے تم اس پر چلنا اور رستوں پر نہ چلنا ان پر چل کر تم اللہ کے راستہ سے ہٹ جاؤ گے۔ان باتوں کا حکم تمہیں اللہ تعالیٰ دیتا ہے تا کہ تم پرہیز گار بنو۔

چونکہ صراط مستقیم کا متلاشی ایسی چیز کا طالب ہے کہ جس سے اکثر لوگ منہ موڑے ہوئے ہوتے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ اس راہ پر گامزن تنہائی کی وجہ سے وحشت محسوس کرنے لگے اس لیے اللہ تعالیٰ اس راہ پر چلنے والے رفیقانِ سفر کے متعلق بتادیا ہے چنانچہ ارشاد ہے:

فَاؤلٰئِكَ مَعَ الَّذِ یۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہ عَلَیۡهِـمۡ مِنَ النَّبِیِینَ وَالصِّدِ قِیۡنَ وَالشُهَدَاءِ وَالصَّالِحِیۡنَ وَحَسُنَ اُولٰئِكَ رَفِیۡقًا۔

تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل کیا ہے یعنی انبیاء،صدیق،شہید اور نیک لوگ اور ان لوگوں کی رفاقت ہی خوب ہے۔

یہ خبر اس لیے دی تا کہ صراط مستقیم کے راہی اور ہدایت کے طلبگار دل سے وحشت اور اپنے اہل زمانہ سے الگ تنہا ہونے کا احساس جاتا رہے۔اور اسے یہ جان کر اطمینان ہو کہ اس کے رفقاء سفر وہ مقدس گروہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے انعام ونعمت سے سرفراز ہیں اور راہِ حق سے بھٹک جانے والوں کی مخالفت اسے کسی کسی پریشانی میں مبتلا نہ کردے۔اس لیے کہ یہ لوگ اگر چہ تعداد میں اگرزیادہ ہیں لیکن مقام ومرتبہ کے اعتبار سے بہت ہی پست ہیں اسی لیے سلف میں سے کسی نے فرمایا ہے:

علیك بطریق الحق ولا تستوحش لقلة السالکین وایاك وطریق الباطل ولا تغتربکثرة المهالکین۔

راہ حق پر جمے رہو اور اس پر چلنے والوں کی قلت تعداد کے سبب وحشت کا شکار نہ ہو جاؤ۔باطل کی راہ سے دور رہو اور اس پر چل کر ہلاک ہونے والوں کی کثرت تعداد دیکھ کر دھوکہ نہ کھاؤ۔

اور جب کبھی تنہائی کا احساس باعثِ وحشت ہونے لگے تو اسلاف کی طرف دیکھو اور ان کے ساتھ جا ملنے کی دھن میں مگن ہو جاؤ اور ان کے سوا تمام لوگوں سے نظریں پھیرلو۔اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارے کسی کام نہیں آسکیں گے۔اگر اس راہ میں چلتے ہوئے تم پر آوازیں کسی جائیں تو انہیں خاطر میں نہ لاؤ اس لیے اگر تم نے مڑ کر ان کی طرف دیکھ لیا تو وہ تمہیں اس راہ پر چلنے سے روک دیں گے اور تمہیں اپنے ساتھ لے جائیں گے اسی وجہ سے دعائے قنوت میں آیا ہے۔

اللهم اهد نا فیمن هدیت یعنی مجھے اس قافلہ کے افراد میں سے بنا مجھے ان کی رفاقت نصیب فرما

ہر شخص کو چاہیے کہ ''مغضوب علیہم'' اور ''الضالین'' کے مذہب سے بچ کر رہے مغضوب علیہم وہ لوگ ہیں جن کے عمل اور نیت میں فساد در آیا ہے اور وہ حق کو پہچان لینے کے باوجود اس سے اعراض کرتے ہیں۔اور ''الضالین'' وہ لوگ ہیں جن کے علم میں بگاڑ پیدا ہوا اور وہ جہالت کا شکار ہو کر حق کی معرفت سے محروم ہو گئے۔

حق صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے،اس کے مخالف غیر معصوم افراد کی آراء،اطوار اور اصطلات نہیں لہٰذا ہر وہ علم،عمل،حقیقت،حال اور مقام جس کا رشتہ انوارِ نبوت سے استوار ہے وہ صراطِ مستقیم ہے اور جو اس اتصال سے عاری ہے وہ مغضوب علیہم اور ضالین کی راہ ہے جو جہنم تک جاتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم احکام دین اور رموز شریعت کو اوروں کی بہ نسبت زیادہ اچھی طرح سمجھتے تھے یہ تو ممکن ہی نہیں کہ وہ تو حق نا آشنا رہ جائیں اور رافضی اور دوسرے بدعتی حق آشنائی سے بہرہ ور ہو جائیں۔فریقین کے اعمال پر ایک نظر ڈال لو تو اہل حق کا طریقہ واضح اور ممتاز دکھائی دیتا ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کفر کی سلطنتوں کو فتح کر کے اسلامی قلمرو میں شامل کیا دوسری طرف انہوں نے قرآن،علم اور اپنی عظمت کردار سے لوگوں کے دل جیت لیے۔ان کے یہ کارنامے دلیل ہیں کہ وہ صراط مستقیم پر گامزن تھے۔جب کہ رافضیوں بدعتیوں اور مخصوص مذاہب کے مقلدین نے ہر دور اور ہر علاقے میں اس کے برعکس اثرات

چھوڑے ہیں۔

دس رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ بروز جمعۃ المبارک کو میں طائف میں جامع عبداللہ ابن عباس رضی عنہما میں تلاوت قرآن میں مشغول تھا جب میں نے سورۃ القصص کی یہ آیت :

اِنَّ فِرۡعَوۡنَ عَلَا فِی الۡاَرۡضِ وَ جَعَلَ اَهۡلَهَا شِيَعًا يَّسۡتَضۡعِفُ طَآئِفَةً مِّنۡهُمۡ ۔

بے شک فرعون نے زمین نے سرکشی اختیار کی اور اپنے ملک کے باشندوں کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ان میں سے ایک گروہ کو کمزور سمجھ کر اس کی تذلیل کرتا تھا۔ (سورۃ القصص:۴)

اور سورۃ الروم کی یہ آیت:

وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۔

اور ان مشرکین کے مانند مت ہو جاؤ جنہوں نے اپنا دین بانٹ لیا اور فرقے فرقے بن گئے ۔ ہر گروہ اس پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے ۔ (الروم:۳۲)

تلاوت کی تو میرا ذہن فوراً اس طرف متوجہ ہوا کہ لوگوں کو جماعتوں سلسلوں اور پارٹیوں میں تقسیم کرنا فرعون کا شیوہ تھا۔لہٰذا گروہ بندی اور مذاہب کی بدعت فرعون کی سنت اور اس کا مذموم ہتھکنڈا ہے۔اور اسی پالیسی پر مغرب کی شیطانی حکومتیں گامزن ہیں کہ ''پھوٹ ڈالو، حکومت کرو''

اچھی طرح جان لو کہ تمام انبیاء علیہم السلام پر بلا تفریق ایمان لانا۔ان کو اور ان کی لائی ہوئی شریعتوں کو تسلیم کرنا اور ان کی عزت و توقیر کرنا ہدایت پر کاربند لوگوں کی لازمی صفات میں سے ہے۔اسی طرح ان کے ورثاء یعنی صحابہ کرامؓ تابعین، ائمہ اور ان جیسے دیگر فقہاء و محدثین کا احترام کرنا ضروری ہے۔کسی ایک امام کے اقوال پر عمل کرنا اور باقی تمام آئمہ کے اقوال کو ردّ کر دینا یا ان میں سے ایک سے محبت کرنا اور باقی آئمہ سے بغض و عداوت رکھنا، جیسا کہ مقلدین مذاہب کا شیوہ ہے۔ ہدایت سے بہرہ ور لوگوں کو طریقہ نہیں ہے اور نہ اہل تقویٰ کی صفات میں سے ہے۔مختلف فقہی مذاہب کی طرف نسبت رکھنے والوں کی آپس میں نفرت و عداوت کی بنیاد یہی ہے اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ایک مسلک کے ماننے والے دوسرے مذہب سے تعلق رکھنے والے امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا روادار نہیں ہے۔تعصب اور تقلید نے ان کے دلوں کو اندھا اور آنکھوں کو بے نور کر دیا ہے۔

بعض گمراہ لوگوں نے تو اپنے مسلک کو ہی اصل دین بنا دیا۔قرآن کو اسی پر محمول کرتے ہیں۔اسے تاویل یا تحریف کے ذریعہ اپنے مسلک کے موافق بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں   ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

جب کہ حق یہ ہے کہ قرآن کو اصل مانا جائے اور اپنے مسلک کو اس کے مطابق بنایا جائے مذاہب اور آراء کو اسی کسوٹی پر پرکھا جائے جو اس کے موافق ہو مقبول اور جو مخالف ہو مردود قرار پائے۔

---

(۱): محمد بن محمد بن عبدالرزاق الزبیدی۔حدیث، لغت اور انساب میں ماہر تھے وفات مصر ۱۲۰۵ھ ہے

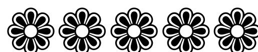
(۲): امام غزالی کی تصنیف ہے اس کی شرح کا نام اتحاف السادۃ المتقین ہے۔

(۳): 'تقلید' مصدر سے اسم مفعول۔یعنی جس کی تقلید کی جائے۔

(۴): مثلاً نفل نماز، نفلی روزے، عام صدقات وخیرات وغیرہ۔

(۵): مثلاً سورج کے طلوع وغروب ہوتے وقت نماز ادا کرنا۔

(۶): مثلاً سورج کے طلوع وغروب ہوتے وقت نماز ادا کرنا۔



المغضوب علیہم کا امتیازی وصف

اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستوجب المغضوب علیہم کا امتیازی وصف یہ ہے کہ وہ حق کو صرف اس صورت میں قبول کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں جب کہ وہ اس گروہ کی جانب پیش کیا جائے جس کی طرف وہ خود کو منسوب کرتے ہیں۔حتیٰ کہ بعض ایسی چیزیں بھی نہیں مانتے جو ان کے اپنے عقائد کی رو سے علماء وصوفیاء کی ہے۔وہ بھی صرف اسی روایت یا رائے کو قبول کرتے ہیں جو ان کی جماعت نے پیش کی ہو۔حالانکہ دین اسلام کی رو سے حق کی غیر مشروط اتباع واجب ہے روایت ہو رائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی شخص کی تعیین روا نہیں۔اس لیے کہ:

الحكمة صالة المومن فاينما وجدها فهو احق بها ۔

حکمت مومن کی گمشدہ متاع ہے جہاں بھی پائے وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔

مقلد کے دل میں اپنے امام کی عظمت اس طرح بیٹھ جاتی ہے کہ وہ اس کے اقوال کی بے سوچے سمجھے اور اپنے آباء واجداد اور اہل وطن کی تقلید کرتے ہوئے اتباع کرنے لگتا ہے یہی بات گمراہی کا پیش خیمہ ہے۔اس لیے انسان کی نظر قول پر ہونی چاہیے نہ کہ قائل پر۔چنانچہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

الحق لا يعرف بالرجال اعرف الحق تعرف أهله

''حق کی شناخت اشخاص کی معرفت نہیں ہوتی حق کو پہچانو۔اہل حق کو خود جان جاؤ گے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات وافعال کی اتباع کرنے والے اور صحابہؓ وسلف صالحین کے طریقے کو اپنانے میں ہی بھلائی ہے اس کے بالمقابل دین میں متاخرین کے ایجاد کردہ امور میں بربادی وگمراہی کے سوا کچھ نہیں۔اس حقیقت میں ادنیٰ شبہ نہیں کہ فقہی مذاہب دین میں نوایجاد بدعت ہیں جسے امراء وسلاطین نے اپنے سیاسی مقاصد کے حصول، اپنی خواہشات کی تکمیل اور اپنے منصب وجاہ کے تحفظ کی خاطر رواج دیا۔اس طرح اپنے اساتذہ ومشائخ سے تعصب آمیز عقیدت بھی اسی اسباب میں سے ہے۔جیسا کہ تاریخ کا مطالعہ کرنے والے بخوبی جانتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ دہلویؒ تفہیمات الٰہیہ میں لکھتے ہیں:

''آج کے دور میں خاص طور پر ہر ملک کے عوام متقدمین آئمہ کے مذاہب کے کسی مذہب کی پابندی ضروری خیال کرتے ہیں اور امام مذہب کی ایک مسئلہ میں بھی مخالفت کو ملت سے خروج کے مترادف سمجھتے ہیں گویا وہ امام نبی ہو اور اس کی اطاعت فرض کردی گئی ہو۔آئمہ سلف اور چوتھی صدی سے قبل خیرون القرون میں کسی ایک مذہب کی پابندی کا تصور تک نہ تھا۔''

ابطالب مکی ''قوت القلوب'' میں فرماتے ہیں:

'''مذاہب کی کتابیں اور مسائل کے مجموعے نوایجاد ہیں۔زمانہ سلف میں کے علماء کے قول پر فتویٰ دینے، کسی ایک مذہب کی پابندی کرنے، اور ہر مسئلہ میں صرف ایک امام کے قول پر عمل کرنے اور اسی کو پڑھنے پڑھانے کا دستور نہ تھا بلکہ اس وقت لوگوں کا طریقہ یہ تھا کہ وضو، غسل، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، نکاح، اور کاروبار وغیرہ روزمرہ پیش آنے والے مسائل اپنے والدین اور اپنے شہر کے معلموں سے سیکھ لیتے تھے۔جب کوئی خاص مسئلہ پیش آجاتا تو اہل فتویٰ سے رجوع کیا جاتا۔مفتی مدینہ سے ہے یا کوفہ سے سائل کو اس سے کوئی سروکار نہ ہوتا تھا خواص میں سے اصحاب الحدیث، کسی مسئلہ میں واضح احادیث وآثار کی موجودگی میں شارع کے سوا کسی کی ''تقلید'' نہیں کرتے تھے اور اہل تخریج نص کی عدم موجودگی کی صورت میں فقہاء میں سے کسی فقیہ کی تصریحات یا اس کے وضع کردہ قواعد کی روشنی میں مسئلہ کا حل تلاش کرنے کی سعی کرتے تھے۔''

بعض کبار علماء تو عمل کرتے ہوئے یا فتویٰ دیتے وقت کسی معین مذہب کے مقید نہیں رہتے تھے۔مثال کے طور پر ہم امام محمد الجوینیؒ کا نام لے سکتے ہیں انہوں نے ''المحیط'' کے نام سے کتاب تالیف کی۔اس میں انہوں نے کسی ایک مذہب کی پابندی نہیں کی۔

یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو آئمہ میں سے کسی ایک مذہب کی پیروی کا پابند نہیں کیا۔آپ نے تو اپنی اتباع کو واجب قرار دیا

ہے لہٰذا جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ثابت ہو جانے کے باوجود اس کی مخالفت کرتا ہے تو اس کا عمل ...مردود ہوگا اور اس کے پاس قطعی طور پر کوئی عذر نہیں ہوگا۔البتہ اگر کسی کو حدیث کا علم نہیں ہوا تو وہ شخص حدیث معلوم نہ ہونے کے سبب معذور ہو سکتا ہے۔تاہم خود کو مسلمان کہنے والے کسی فرد کے لیے یہ جائز نہیں کہ یہ کہہ دے میں اس حدیث پر عمل نہیں کر سکتا میں صرف اپنے امام کے قول پر عمل کروں گا۔اس لیے کہ یہ بات اسے ارتداد تک لے جانے والی ہے۔والعیاذ باللہ۔

لہٰذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ صحیح اور ثابت شدہ احادیث پر غور کرے انہیں ہمیشہ مدِ نظر رکھے ان پر سختی سے کاربند رہے۔دل و جان سے اس پر عمل پیرا رہے مخالفت کرنے والوں کی باتوں کو قابلِ التفات ہی نہ سمجھے۔یہی صراطِ مستقیم ہے۔اسی کو مذہب بنالو اور اس سے سرِ مو انحراف نہ کرو، وضو میں پاؤں کا مسح نکاح متعہ کو حلال سمجھنا نشہ آور مشروب کی قلیل مقدار کو حلال کہنا [1]۔گدھوں کے گوشت کو حلال سمجھنا [2] اور یہ کہنا کہ ظہر کی نماز سایہ دو مثل ہو جانے تک ہے باقی رہتا ہے [3]۔صراط مستقیم اور جادہ حق سے بھٹکنے کی علامات ہیں۔

برادرانِ اسلام ! اگر حصول علم کے لیے بلند ہمت اور جادۂ تقویٰ پر چلنے کا عزم صمیم رکھتے تو کتاب وسنت کے صریح وظاہر احکام، سلف میں سے اکثر اہل علم کے عمل کو جاننے کی کوشش کرو۔بظاہر مختلف احادیث میں مطابقت وجمع کی صورت پیدا کرو۔اور کتب احادیث میں مروی صحیح اور حسن احادیث تلاش کرو اور ان میں سے سند کے اعتبار سے قوی تر اور قیاس اور احتیاط کے تقاضوں کے قریب تر حدیث پر عمل کرو۔یہ طریقہ نہایت سہل ہے۔اس میں صحیحین، موطا امام مالک، سنن ابی داؤد، جامع الترمذی، اور سنن النسائی سے زیادہ کتابوں کی ضرورت نہیں۔یہ تمام کتابیں معروف ومتداول ہیں با آسانی دستیاب ہو سکتی ہیں۔لہٰذا اولین فرصت میں انہیں حاصل کر کے پڑھیے۔اگر آپ عربی زبان نہیں جانتے تو کسی پڑھے ہوئے بھائی سے آپ اپنی زبان میں سمجھ سکتے ہیں۔بہرحال حدیث معلوم ہو جانے کے بعد آپ کا کوئی عذر قابل سماعت نہیں۔

شاہ ولی اللہ تفہیمات (۱/ ۳۰۹) میں لکھتے ہیں:

''ایک طرف جامد مقلدین ہیں جنہیں صحیح سند کے ساتھ حدیث پہنچتی ہے جس پر متقدمین فقہا کی ایک جماعت عمل بھی کر چکی ہوتی ہے۔لیکن یہ مقلدین صرف اس لیے حدیث چھوڑ دیتے ہیں کہ ان کے امام نے اس پر عمل نہیں کیا ہے۔''

''دوسری طرف وہ اہل ظاہر ہیں جو حاملین علم اور آئمہ دین کو بُرا بھلا کہتے ہیں [4] یہ دونوں فریق نادانی اور حماقت بلکہ گمراہی کا شکار ہیں اور حق ان کے بین بین ہے۔میں حلفیہ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی شان اور اس کا عدل اس سے کہیں زیادہ بلند ہے کہ لوگوں کو تا قیامت ایک شریعت کا پابند کرے۔پھر اسے ایسے اندھیرے میں رکھے کہ وہ حق و باطل اور صحیح وغلط میں تمیز کرنے سے عاجز ہوں۔اللہ تعالیٰ نے حق کو اس قدر واضح اور صاف کر دیا ہے کہ صرف انتہائی مغرور اور سرکش لوگ ہی باطل کے گڑھے میں گر کر ہلاک ہو سکتے ہیں۔اسی غرض سے اللہ تعالیٰ نے اپنی محکم کتاب کو عام انسانی کلام سے ممتاز کیا اور اسے ہر قسم کی تحریف سے محفوظ رکھا اور اسے تواتر کے ساتھ لوگوں تک پہنچایا کہ اس کے قرآن ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔اور اسی مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نطق مبارک سے احکام وحکمت جاری فرمائے جن کی ایک بڑی تعداد یا کم از کم معنی کے اعتبار سے مستفیض ہے لفظی اعتبار سے مستفیض روایت سے میری مراد وہ حدیث ہے جسے تین یا تین سے زیادہ صحابہ کرام نے روایت کیا ہو۔ان کی صداقت و پرہیزگاری محتاج دلیل نہیں۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خیرون القرون قرار دیا۔لوگوں پر ان کا احترام لازم کیا اور ان پر حرف گیری سے منع فرمایا۔اس اعتبار سے مستفیض احادیث متواتر یا اس کے قریب قریب ہیں۔فقہ وسیرت کے بے شمار ابواب میں اس قسم کی احادیث الفاظ میں تھوڑے بہت تفاوت کے ساتھ بکثرت موجود ہیں۔''

''معنوی طور پر مستفیض روایات سے میری مراد وہ احادیث ہیں جن سے ثابت ہونے والے مسائل پر تمام مکاتب فکر متفق ہیں اور ان سے اختلاف رائے رکھنے والا بدعتی بھی اپنی جان کے خوف سے اظہار نہیں کرتا۔''

''ان کے بعد وہ احادیث جو عوام میں اگرچہ مشہور نہیں ہیں لیکن علمائے حدیث نے ان کے صحیح ہونے کی شہادت دی ہے۔ان کی بھی تلاش کے بعد اتباع ضروری ہے۔

اس طرح بعض مسائل میں صحابہ وتابعین کے زمانہ سے اختلاف چلا آتا ہے تو ایسے مسائل میں یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک قول کو مردود اور ناقابل التفات قرار دیا جائے زیادہ سے زیادہ ایک کو راجح افضل اور دوسرے کو مرجوح کہا جاسکتا ہے اسی طرح وہ مسائل جن میں قیاس واستنباط کی بناء پر اختلاف پایا گیا تو ان میں قوی وجلی قیاس کے سوا کسی کو لازم قرار نہیں دیا جاسکتا۔

ان تمام امور میں فرق مراتب کرنا ضروری ہے۔ پہلی قسم (مستفیض اور صحیح احادیث) پر عمل کرنا اور ان پر سختی سے کاربند ہونا لازمی اور اس کی مخالفت کی بنا پر کسی کو گنہگار قرار نہیں دیا جاسکتا۔ جو شخص اس فرق کو ملحوظ نہیں رکھتا جاہل اور گمراہ ہے۔''

''میں حلفیہ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی حاکم نہیں حکم کرنا اسی کو سزاوار ہے اور یہ کہ اس نے عرش پر سے واجب، مندوب، مباح، مکروہ، اور حرام کا فیصلہ فرمایا ہے۔ پھر ان تمام کو ملاء اعلیٰ اور اپنی تجلی اعظم کے گرد قائم شعاع میں ثابت کیا۔ اور پھر اسے لوگوں کے لیے اس ہستی کی زبان پر نازل کیا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام پہنچانے کے لیے منتخب فرمایا۔ لہٰذا جو شخص بغیر کسی دلیل کے کسی چیز کو حرام یا واجب قرار دیتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ پر افتراء پردازی کرتا ہے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَـٰذَا حَلَالٌ وَهَـٰذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ۔ اور یوں ہی جھوٹ جو تمہاری زبانوں پر آجائے تو مت کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان باندھنے لگو۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان باندھتے ہیں ان کا بھلا نہیں ہوگا۔ (النحل:۱۱۶)

لہٰذا ہم پہلے مرتبہ (مستفیض احادیث) کے متعلق تو قطعیت سے کہہ سکتے ہیں لیکن دوسرے مرتبہ کے دلائل (کہ جن میں صحابہ وتابعین کے مابین بھی اختلاف ہے) میں صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ اس میں صحابہ سے دو قول مروی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ فلاں رائے ہمیں زیادہ پسند اور سنت کے قریب تر ہے۔

میں اللہ کو گواہ بنا کر حلفیہ کہتا ہوں کہ جو شخص امت کے کسی بھی فرد کے کے متعلق یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی اتباع فرض کر دی ہے۔ فرض وہی ہے جسے وہ (فرد) فرض کہے۔ تو وہ شخص کافر ہے۔ شریعت حقہ اس (فرد) کے پیدا ہونے سے بہت پہلے مکمل ہوچکی۔ اہل علم نے اسے محفوظ کیا اور راویوں نے اسے نقل کیا۔ فقہانے اس پر عمل کیا۔ لوگوں نے علماء کی تقلید پر اتفاق کیا تو بایں معنی کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شریعت کی روایت کرنے والے ہیں۔ انہیں ان چیزوں کا علم ہے جنہیں ہم نہیں جانتے۔ علم سے جو تعلق اور شغف انہیں تھا ہمیں نصیب نہیں۔

لیکن اگر کوئی حدیث ہم کو صحیح سند کے ساتھ پہنچے، محدثین اس کے صحیح ہونے کی شہادت بھی دیں۔ گروہ علماء کا اس پر عمل بھی مخفی نہ رہا ہو تو محض یہ کہہ کر اس پر عمل نہ کرنا کہ اس کا امام اس حدیث کا قائل نہ تھا۔ نری حماقت اور سراسر ضلالت ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

''میں اللہ کو گواہ بنا کر حلفیہ کہتا ہوں کہ احکام شریعت کے دو درجے ہیں۔ پہلا درجہ فرائض کی ادائیگی، محرمات قطعیہ سے اجتناب اور دینی شعائر کا قیام ہے۔ یہ انسانی معاشرہ کے تمام طبقات پر لازم ہے اس کے دائرہ سے کوئی بھی خارج نہیں۔ ادنیٰ واعلیٰ، امیر وغریب، شاہ وگدا امیر وفقیر، مزدور وکسان، تاجر وسپاہی کو یہ درجہ محیط ہے۔ یہ انتہائی آسان اور سہل بھی ہے اس میں کسی قسم کی دشواری یا سختی نہیں ہے۔

''دوسرا درجہ کمال عبودیت واحسان کا ہے جو شخص اسے اختیار کرے گا صحیح معنوں میں عابد اور محسن ہوگا۔ یہ درجہ سنن، آداب اور ورع کے تقاضوں پر مشتمل ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف امت سے مروی یا اس پر قیاس کئے گئے ہیں ان دونوں درجوں کے درمیان بہت فرق ہے جسے نظر انداز کرنا نری جہالت اور خسارے کو موجب ہے۔ علماء کے بیشتر اختلافات اس فرق سے بے توجہی کا نتیجہ ہیں۔''

نیز فرمایا ''میں طالب علموں سے کہتا ہوں،'' اے خود کو عالم سمجھنے والے بیوقوفو! تم یونانی علوم کے حصول میں دن رات ایک کیے ہوئے اور اسی کو اصل علم باور کئے ہوئے ہو۔ صرف اور نحو اور معانی کو ہی منزل مقصود بنا بیٹھے ہو۔ حالانکہ علم تو یہ ہے کہ کتاب اللہ کی محکم آیت سیکھو، اس کے غریب الفاظ کی تفسیر اسباب نزول اور مشکل جملوں کی توجیہہ معلوم کرو۔ یا پھر علم یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو محفوظ کرو مثلاً یہ کہ آپ نماز کس طرح پڑھتے تھے۔ وضو کیسے کرتے تھے۔ روزہ وحج کا

طریقہ کیا تھا جہاد کیسے کرتے تھے؟ گفتگو کیسے فرماتے تھے؟ فضول باتوں سے زبان کو کیسے محفوظ رکھتے ۔آپ کے اخلاق عالیہ کیسے تھے؟ یہ معلوم کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کی پیروی کرو سنت کا اتباع کرو، نیز جو کام سنت ہیں انہیں سنت سمجھو انہیں فرض کا درجہ نہ دو یا پھر یہ علم ہے کہ شریعت کے از رہ عدل بیان کردہ فرائض مثلاً وضوء، نماز کے ارکان، زکاۃ کا نصاب ترکہ میں وارثوں کے حصے معلوم ہوں ۔البتہ مغازی اور آخرت میں ترغیب دلانے والی حکایات فضل ہیں ۔لیکن جس چیز کو تم اوڑھنا، بچھونا بنائے بیٹھے ہو یہ آخرت کے نہیں دنیا کے علوم ہیں ۔تم فقہاء کے استحسانات وتفریعات میں پھنسے رہتے ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اصل فیصلہ تو وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول چاہیں ۔تمہاری یہ حالت ہے کہ بعض لوگوں کو حدیث رسول پہنچتی ہے تو کہتے ہیں ہمارا عمل حدیث پر نہیں فلاں مذہب پر ہے، پھر بہانہ یہ بناتا ہے کہ حدیث کو سمجھنا اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا تو کامل اور ماہر ترین فن کا کام ہے نیز یہ کہ آئمہ پر یہ حدیث مخفی تو نہیں ہوگی انہوں نے کسی خاص سبب کی بنا پر ہی اس پر عمل نہیں کیا۔ یہ منسوخ یا مرجوح بھی ہو سکتی ہے۔

اچھی طرح جان لیں یہ طرز عمل دین سے لاتعلقی کا نتیجہ ہے۔ اگر تمہارا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان ہے تو ان کی اطاعت بھی کرو۔ قطع نظر اس سے کہ تمہارے امام کا مسلک کیا ہے۔ اتباع حق کا تقاضا یہ ہے کہ سب سے پہلے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کیا جائے۔ اگر با آسانی سمجھ سکو تو اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے؟ اگر سمجھنے میں کوئی دقت پیش آتی ہے تو علماء سلف کی حق وصواب اور راہ سنت سے قریب تر آراء کی روشنی میں حق تک پہنچنے کی کوشش کرو ۔علوم الیہ (صرف ونحو بیان منطق) کی تحصیل میں اس طرح مشغول نہ ہو جیسے وہی اصل مقصود ہوں''۔

شاہ ولی اللہ مزید فرماتے ہیں: ''جو شخص آئمہ میں کسی ایک کی تقلید کرتا ہے اور اسے کسی مسئلہ میں کوئی حدیث مل جائے اور اس کے امام کا قول حدیث کے خلاف ہو تو اس صورت میں حدیث کو چھوڑتے ہوئے امام کے قول پر عمل کرتے رہنے کی کوئی وجہ جواز نہیں ہے اور نہ ایسا کرنا کسی مومن کو زیب دیتا ہے بلکہ ایسا کرنے سے یہ ڈر ہے کہ کہیں اس کا ایمان نفاق ہی میں نہ بدل جائے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

'' لتتبعن سنن من كان قبلكم شبرا بشبر وذراعا بذراع حتى لو دخلوا حجر ضب لتبعتموه قلنا يا رسول الله اليهود والنصارى ؟ قال : فمن ''

تم پہلوں کے طریقہ پر قدم بقدم چلو گے۔ یہاں تک کہ اگر وہ کسی جانور کی بل میں گھسے ہوں تو تم بھی ایسا کر کے ہی دم لو گے۔ہم نے پوچھا آپ کی مراد یہود و نصاریٰ سے ہے؟ فرمایا اور کون؟''

ہم نے کئی ایسے ضعیف الایمان مسلمان دیکھے ہیں جو بزرگوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا معبود کا درجہ دیتے ہیں اور یہود و نصاریٰ کی طرح ان کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے ہیں سچ پوچھو تو ہر طبقہ میں تحریف کی وبا سرایت کر چکی ہے ۔صوفیاء ایسی عجیب وغریب باتیں کرتے ہیں جن کی کتاب وسنت کے ساتھ مطابقت تلاش کرنا کارِ بے سود ہے۔ فقہاء نے ایسے عمل ایجاد کر لئے ہیں کہ ان کا ماخذ معلوم کرنا محال ہے (جیسے وہ دردہ اور کنویں کے مسائل)

فلاسفہ، شعراء اور طبقہ امراء وعوام نے طاغوت کی پرستش شروع کر دی ہے بزرگوں کے مزارات کو سجدہ گاہ بنا دیا گیا ہے اور وہاں عرس کے نام سے میلے لگائے جاتے ہیں۔ ان خرافات کا کہاں تک ذکر کروں۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ ''اعلام الموقعین'' (۴/۲۶۷) پر لکھتے ہیں۔

''یہ مسئلہ کہ ان پڑھ جاہل کے لیے مشہور فقہی مذاہب میں سے کسی ایک کو اپنانا لازم ہے کہ نہیں؟ تو اس سلسلے میں درست اور قطعی بات یہ ہے کہ لازم نہیں ہے۔ اسی لیے کہ لازم وہی چیز ہے جسے اللہ اور اس کے رسول نے لازم ٹھہرایا ہے۔ جب کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اور نہ ہی اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر امت کے کسی فرد کے مسلک کو اپنانا لازم کیا ہے۔ کہ وہ اسی کے مسلک کی پیروی کرے اس کے علاوہ کسی کی نہیں، صحابہ وتابعین کا پورا دور گزر گیا اور ان میں سے کسی نے بھی اپنی نسبت کسی کی طرف نہیں کی درحقیقت ان پڑھ کی کسی مذہب سے نسبت صحیح ہو ہی نہیں سکتی۔ وہ کسی مذہب سے اپنی نسبت کرے بھی تو اسے اس مذہب کا متبع نہیں شمار کیا جائے گا۔ اس لئے اگر کوئی اپنے آپ کو حنفی یا شافعی یا مالکی یا حنبلی کہے تو صرف

کہنے سے نہیں ہو جائے گا۔ جس طرح صرف کہنے سے کوئی فقیہ یا نحوی یا قلمکار نہیں ہو جاتا، اور اپنے آپ کو حنفی یا شافعی یا مالکی کہنے والا اگر یہ سمجھے کہ وہ اس امام کا متبع اور اس کے مسلک پر چلنے والا ہے تو اس کی یہ بات اسی وقت صحیح ہو سکتی ہے جب کہ وہ علم و معرفت اور استدلال میں اس امام کے طریقے پر چلے لیکن اگر وہ اس امام کے علم وطریقے سے بیگانہ ہو اور اس امام کی زندگی و سیرت کی کوئی چھاپ بھی اس موجود نہ ہو تو صرف کھوکھلے دعوے کی بنیاد پر اس کی اس امام سے نسبت کیسے درست ہو سکتی ہے؟ اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ کسی جاہل وان پڑھ کی کسی مذہب سے نسبت درست نہیں ہو سکتی، اور اگر مان بھی لیا جائے تب بھی کسی کے لیے امت کے کسی فرد کے مسلک کو اس طرح اپنانا لازم نہیں کہ اس کے تمام اقوال پر عمل کرے اور دیگر علماء کے اقوال کو چھوڑ دے، مذاہب کی پابندی ایک بڑی ہی خطرناک بدعت ہے جو اس امت میں رواج پا گئی ہے۔ آئمہ اسلام میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں تھا۔ ان آئمہ کا مقام اس سے کہیں اونچا ہے اور ان کا رتبہ اس سے کہیں بلند ہے کہ وہ لوگوں پر اسے لازم ٹھہرائیں، اور ان لوگوں کا قول حقیقت سے اور بھی زیادہ دور ہے جو یہ کہتے ہیں کہ کسی ایک عالم کے مسلک کی پیروی ضروری ہے یا یہ کہ آئمہ اربعہ میں سے کسی ایک کے مذہب کو اپنانا لازم ہے۔

انتہائی تعجب وافسوس کا مقام ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مذاہب فنا ہو گئے، تابعین وتبع تابعین کے مسالک کا کوئی پوچھنے والا نہیں اسی طرح تمام آئمہ وفقہاء کے مذاہب مٹ گئے لے دے کے صرف چار اشخاص کے مذاہب برحق رہ گئے باقی سب باطل ٹھہرے۔ کیا کسی بھی امام نے اپنے مسلک کی دعوت دی ہے؟ یا اس کی تقلید کے جواز کا فتویٰ دیا ہے؟ ان کے کلام کا کوئی ایک حرف بھی اس پر دلالت کرتا ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کو صحابہ کرام تابعین وتبع تابعین رضی اللہ عنہم پر فرض کیا تھا انہیں چیزوں کو قیامت تک آنے والے لوگوں پر بھی فرض کیا ہے جو چیز فرض ہے وہ فرض ہی رہے گی وہ بدل نہیں سکتی اگر چہ زمان ومکان اور قدرت و عجز کے اعتبار سے اس کی کیفیت ومقدار مختلف ہو جائے لیکن یہ تبدیلی بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریحات کے مطابق ہی ہوگی۔

معین مذہب مذہب کی پابندی کو جائز کہنے والے یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب ہم اپنے مذہب کے بارے میں برحق ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں تو اس اعتقاد کو نبھاتے ہوئے ہر مسئلہ میں اسی کی پیروی کرنی چاہیے۔

لیکن اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے تو اپنے مذہب کے علماء کے سوا کسی سے مسئلہ پوچھنا، فتویٰ طلب کرنا حرام ہوگا، اسی طرح اپنے امام جیسے عالم یا اس سے بھی زیادہ علم رکھنے والے امام کا مذہب اختیار کرنا حرام ٹھہرے گا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے امور لازم ہوئیں گے جس کا فاسد ہونا محتاج بیان نہیں لہٰذا امر اوّل بھی فاسد ہے۔ بلکہ اس سے تو یہ بھی لازم آئے گا کہ مقلد، حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قول خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے بالمقابل بھی اپنے امام کے قول کو ترجیح دے۔

لہٰذا عام آدمی کا طرز عمل یہ ہونا چاہیے کہ آئمہ اربعہ کے اتباع یا کسی دوسرے عالم دین سے مسئلہ دریافت کرے۔ تمام امت اس امر پر متفق ہے کہ فتویٰ لینے والے یا فتویٰ دینے والے پر آئمہ اربعہ میں سے کسی ایک کا پابند رہنا ضروری نہیں ہے جس طرح کسی عالم پر یہ واجب نہیں کہ وہ اپنے شہر یا کسی دوسرے خاص شہر کی احادیث کو مدار بنائے بلکہ حدیث جب درجہ صحت کو پہنچ جائے تو اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ قطع نظر اس سے کہ وہ حجازی ہے یا عراقی، شامی ہے، یا مصری اور یمنی۔

اس موقع کی مناسبت سے میں مذاہب کی ترویج واشاعت کے چند اسباب ذکر کروں گا۔ تاکہ ارباب دیدۂ عبرت نگاہ اور اصحاب گوش نصیحت نیوش عبرت حاصل کریں۔

احمد بن مقری اپنی مشہور کتاب ''نفخ الطیب من غصن الاندلس الرطیب'' (۲/ ۱۵۸) پر لکھتے ہیں کہ اہل مغرب واہل شام واہل اندلس پہلے امام اوزاعی کے مسلک پر تھے لیکن حکم بن ھشام ابن عبدالرحمٰن الداخل کے زمانہ میں جو امویوں کی جانب سے اندلس کا تیسرا حاکم تھا، حکم جاری کیا گیا اور امام مالک بن انس رحمہ اللہ اور اہل مدینہ کے اقوال پر فتویٰ دیا جانے لگا اور یہ سب حکم کی رائے سے ہوا تھا جس نے سیاسی مصلحت کے پیش نظر اسے اختیار کیا تھا، وہ سیاسی مصلحت کیا تھا اس کے سلسلے میں لوگوں کا اختلاف ہے، جمہور کی رائے میں اس کا سبب یہ تھا کہ بعض علماء نے مدینہ کا سفر کیا، پھر جب اندلس لوٹ کر آئے تو ان علماء نے امام مالک کے فضل، جلالت قدر اور وسعت علم کا ذکر کیا جس سے لوگوں کے دلوں میں ان کی عظمت بیٹھ گئی اور لوگوں نے انہی کے مسلک کو اختیار کیا لیکن کچھ دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ امام مالک نے کسی اندلسی سے حاکم اندلس کی سیرت دریافت کی تو انہی نے اپنے حاکم کی جو سیرت بیان کی اسے سن کر امام مالک کو بڑا تعجب ہوا اس لیے کہ ان دنوں بنی عباس

کی سیرت اچھی نہیں سمجھی جاتی تھی، امام مالکؒ نے اس سے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے حرم کو تمہارے حاکم سے زینت بخشے' پھر اس واقعہ کو حاکم اندلس سے بیان کیا گیا اور امام مالکؒ کے علم و فضل کا شہرہ پہلے سے تھا ہی، لہٰذا اس نے لوگوں کو امام مالک کے مسلک پر چلنے کی ترغیب دی اور امام اوزاعی کے مسلک کو چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ واللہ اعلم

یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ مغرب کے امراء کا یہ اتفاق کہ ابن قاسم کے مسلک پر عمل ہوا اور انہیں کے مسلک پر فیصلہ کیا جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ یہ مذاہب اُمراء وملوک کے کھیل کا ذریعہ اور ان کی سیاست کا حصہ ہیں۔

اگر آپ مذاہب اور سلسلہ ہائے تصوف کے حدوث وانتشار کے اسباب جاننا چاہیں تو مقدمہ ابن خلدون کا مطالعہ کریں، اس میں انہوں نے ان اسباب کا بحسن و خوبی مفصل ذکر کیا ہے اور یہ بتلایا ہے کہ مجرمانہ سیاست اور سلطنت پر ہوا پرستوں کا اقتدار وغلبہ ہی ان مذاہب کی تدوین واشاعت کا باعث بنے۔

علامہ ابن قیم رحمہم اللہ ''اغاثۃ اللہفان من مصائد الشیطٰن'' (۲/۴۵) پر فرماتے ہیں:

''مخصوص صورت وہیئت اپنانا، خاص قسم کا لباس پہننا، مخصوص انداز سے چلنا، معین شیخ و معین مذہب کی اتباع کرنا یہ تمام چیزیں شیطان کے جال ہیں، شیطان ہی ان کے دلوں میں یہ باتیں ڈالتا ہے اور ان پر ان چیزوں کے لزوم کو اس طرح فرض کر دیتا ہے کہ وہ فرائض کی طرح انہیں لازم سمجھتے ہیں اور کسی بھی صورت میں ان سے باہر نہیں آسکتے بلکہ جو لوگ ان چیزوں کو نہیں اپناتے ان کی مذمت وطعن و تشنیع کرتے ہیں، جیسا کہ بیشتر مقلدین اور صوفیاء کے مختلف فرقوں نقشبندی، قادری سہروردی، شاذلی اور جیجانی وغیرہم کا عام طریقہ ہے لہٰذا ہمیں اس تعصب و تقلید سے جو کہ ان لوگوں کا طریقہ ہے بچے رہنا چاہیے، لوگ عادات ورسوم میں پھنس گئے ہیں اور اصل شریعت سے غافل ہو گئے ہیں۔ یہ لوگ من گھڑت رسومات کو فروغ دینے والے ہیں ان کا شمار علماء اور اہل حق کے زمرے میں نہیں، جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ کے طور طریقے کا مطالعہ کرے گا وہ ان سے ان لوگوں کے طور طریقے سے مختلف پائے گا۔

اگر آپ ان مذاہب کا حدوث جن سے مسلمانوں کی جمعیت میں تفرقہ پڑا اور جو اسلام سے بالکل دور ہیں، جاننا چاہیں تو علامہ ابن قیم کی کتاب ''اغاثۃ اللفھان من مصائد الشیطان'' خصوصاً اس کے آخری حصے کا مطالعہ کریں، اس میں صاحب کتاب نے ابن سینا اور نصیر طوسی کی دسیسہ کاریوں اور فاطمیوں اور اسماعیلیوں کی سازشوں کو بے نقاب کیا ہے۔

شہاب الدین عبدالرحمٰن جو ابوشامہ کے لقب سے مشہور ہیں۔ اپنی کتاب ''المؤمل للرد الی الاوّل'' (۳/۱۰) پر لکھتے ہیں:

لوگوں نے قرآن کے جملہ علوم میں سے صرف اس کی سورتوں کے حفظ اور محض قرأت کے نقل کرنے پر اکتفا کر لیا ہے، اس کی تفسیر کے علم اور اس سے احکام مستنبط کرنے سے غافل ہو گئے ہیں، اسی طرح علوم حدیث میں اسی قدر پر اکتفاء کرتے ہیں کہ بعض کتابوں کو ایسے اساتذہ سے سن لیتے ہیں جو ان سے بھی بڑے جاہل ہوتے ہیں اور بعض لوگ صرف اپنے امام ہی کے اقوال نقل کرتے ہیں اور لوگوں کی ردی آراء اور گھٹیا خیالات ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں، کسی عارف سے مذہب کا معنی دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کا معنیٰ تبدیل شدہ دین ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا ۔

اس کے باوجود بھی انہیں کبار علماء میں شمار کیا جاتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اور علماء دین کے نزدیک اس سے بڑا جاہل اور کوئی نہیں۔

اسی کتاب کے صفحہ پندرہ پر فرماتے ہیں:

''یہ چاروں مذاہب پھیل چکے ہیں اور ان کے علاوہ کو لوگوں نے چھوڑ دیا ہے، سو معدودے چند کے علاوہ ان مذاہب کے سبھی متبعین کے حوصلے پست ہو چکے ہیں لہٰذا وہ غیر انبیاء کی تقلید کے حرام ہوتے ہوئے بھی اپنے ائمہ کی تقلید کرتے ہیں بلکہ ان کی نظر میں ائمہ کے اقوال کتاب وسنت کے درجہ میں ہیں اور یہی مصداق ہے۔ فرمان الٰہی:

اِتَّخِذُوا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔

یہ امید کرتے ہوئے کہ تقلید مذاہب کا مسئلہ واضح ہو چکا ہوگا۔اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔اللہ سے دعا ہے کہ میری اس کوشش کو اخلاص سے مزین فرماتے ہوئے شرف قبولیت بخشے اور اسے اپنے بندوں کے لیے مفید اور نافع بنائے نیز لکھنے،پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والوں کے لیے دنیا وآخرت میں فوز وفلاح اور دخول جنت نعیم کا سبب بنائے،

واخر دعوانا سبحان ربک رب العزة عما یصفون

وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین

ابوعبدالکریم ،ابوعبدالرحمٰن محمد سلطان المعصومی

زقاز بخاری۔جوار مسجد حرام ۱۵ محرم ۱۳۵۸ ہجری

---

(۱):احناف کا خیال ہے کہ انگور سے بنائی ہوئی شراب کے سوا باقی نشہ آور مشروبات صرف اس مقدار میں پینا حرام ہیں جن سے نشہ آجائے۔ان کا یہ موقف صریح اور صحیح احادیث کے خلاف ہے۔حدیث کی رو سے ہر نشہ آور شے ''خمر'' ہے اور ہر خمر حرام ہے(متفق علیہ)ایک اور حدیث میں ہے مااسکر منہ الفرق فملأ الکف منہ حرام (ترمذی،ابوداؤد) جس چیز کا ایک مٹکا نشہ پیدا کرتا ہے اس کا ایک چلو بھی حرام ہے۔

(۲):بعض مالکیہ کے نزدیک گدھا حرام نہیں یہ قول متفق علیہ حدیث کے خلاف ہے۔

(۳):جیسا کہ احناف کا مذہب ہے۔

(۴):شاہ صاحب کا اشارہ غالبًا ان عوام کی جانب ہے جو آئمہ اربعہ رحمہم اللہ کو اختلاف امت کا ذمہ دار سمجھ کر مورد الزام ٹھہراتے ہیں۔ورنہ آئمہ اہل ظاہر رحمہم اللہ اجمعین نے ایسا کبھی نہیں کہا۔امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کی درشتی کا ایک خاص پس منظر ہے وہ تمام آئمہ کا احترام کرتے ہیں اور انہیں معذور وماجور سمجھتے ہیں۔شاہ صاحب پر ان کا موقف مخفی نہیں الانصاف کا ماخذ الاحکام فی اصول الاحکام کا ایک باب اور شیخ الاسلام کی رفع الملام عن آئمہ الاعلام ہی تو ہے۔

الحمدللہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

